ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

21

www.tanzeem.org

20 تا 26 جمادی الثانی 1432ھ / 24 تا 30 مئی 2011ء

باجماعت نماز: جماعتی نظم کا کامل نمونہ

جماعت سے مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جس میں اتحاد، ائتلاف، امتزاج اور نظم ہو۔ انبوہ اور بھیڑ کا نام جماعت نہیں ہے...... پانچ وقت کی جماعت نماز میں جماعتی نظام کا پورا پورا نمونہ مسلمانوں کو دکھلا دیا گیا ہے، کیونکہ نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد و اعمال کا جامع ترین نمونہ ہے۔ کس طرح سینکڑوں ہزاروں منتشر افراد مختلف مقاموں، مختلف جہتوں، مختلف شکلوں اور مختلف لباسوں میں آتے ہیں، لیکن یکایک صدائے تکبیر سب کے انتشار کو ایک کامل اتحادی جسم میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ ہزاروں اجزاء کا یہ منتشر مواد بالکل ایک جسم واحد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سب کے وجود ایک ہی صف میں جڑے ہوئے، سب کے کاندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے، سب کے قدم ایک ہی سیدھ میں، سب کے چہرے ایک ہی جانب۔ قیام کی حالت ہے تو سب ایک جسم واحد کی طرح کھڑے ہیں۔ جھکاؤ ہے تو تمام صفیں بیک وقت جھکی ہوئی ہیں۔ ظاہر کے ساتھ باطن بھی یکسر متحد و ممزوج۔ سب کے دل ایک ہی کی یاد میں محو، سب کی زبانیں ایک ہی کے ذکر میں مترنم، پھر دیکھو، سب کے آگے صرف ایک ہی وجود امام کا نظر آتا ہے، جس کے اختیار میں جماعت کے تمام اعمال و افعال کی باگ ہوتی ہے۔ جب چاہے سب کو جھکا دے، جب چاہے سب کو اُٹھا دے۔

مسئلہ خلافت

مولانا ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

راکھ کا ڈھیر

خلافت: پابندی و آزادی کا امتزاج

کفار سے دوستی اور اُس کی سزا

غزوۂ تبوک اور ناموافق حالات

فرد میں تبدیلی کا قرآنی لائحہ عمل (iii)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام لاہور میں منعقدہ حُرمتِ قرآن سیمینار کی روداد

نکلنے کا راستہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ یونس

(تعارف)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قرآن مجید کا یہ مقام قران السعدین ہے اس اعتبار سے کہ قرآن مجید کی سات منزلوں میں سے پہلی دو منزلیں یہاں ختم ہو رہی ہیں۔ اسی طرح مکی اور مدنی سورتوں کے جو گروپ ہیں وہ مختلف ہیں۔ ان میں پہلا گروپ سورۃ المائدہ پر ختم ہوا تھا اور دوسرا گروپ سورۃ التوبہ پر ختم ہو گیا۔ اس لحاظ سے یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں یہ دونوں تقسیمیں آپس میں مل گئی ہیں۔ جب یہ دو سعید چیزیں یہاں آکر مل گئی ہیں تو یہ قران السعدین ہو گیا۔ مکی اور مدنی سورتوں کے بھی دو گروپ مکمل ہوئے اور تیسرا گروپ شروع ہوا۔ اسی طرح دو منزلیں بھی یہاں ختم ہوئیں اور تیسری منزل شروع ہوئی۔ اس تیسرے گروپ میں مکیات کا بڑا طویل سلسلہ ہے۔ تعداد کے اعتبار سے تو سب سے زیادہ مکی سورتیں آخری گروپ میں ہیں مگر حجم کے اعتبار سے مکیات کا سب سے بڑا سلسلہ یہ چودہ سورتیں ہیں جو سورۃ یونس سے شروع ہو کر سورۃ المومنون تک چلیں گی۔ اگرچہ اس میں سورۃ الحجر اور سورۃ الحج کے بارے میں بعض حضرات کا اختلاف بھی ہے۔ مگر میری رائے ان حضرات کے ساتھ متفق ہے جن کے نزدیک یہ تمام سورتیں سورۃ یونس سے سورۃ المومنون تک مکی ہیں۔

یوں سمجھئے کہ قرآن حکیم میں پہلا مدنی گروپ چار سورتوں پر مشتمل ہے جو تقریباً سوا چھ پارے بنتے ہیں: البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ۔ اب دوسرے گروپ میں 14 سورتیں ہیں جو سات پاروں پر مشتمل ہیں۔ ان میں بھی ایک بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اس گروپ میں تین تین سورتوں کے ذیلی گروپ ہیں۔ پہلے تین بڑی سورتیں، پھر تین نسبتاً چھوٹی سورتیں اور پھر تین ذرا بڑی سورتیں ہیں۔ ان ذیلی گروپوں میں پہلی دو دو سورتوں کا تعلق زوجیت والا ہے اور تیسری کی حیثیت ضمیمے کی ہے، وہ منفرد ہے، گویا علیحدہ بات ہے۔ جب ہم تیسری سورت پر آئیں گے تو ان شاء اللہ اس پر بات ہوگی۔

پہلا جوڑا سورۃ یونس اور سورۃ ھود کا ہے۔ ان دونوں سورتوں میں وہی نسبت زوجیت ہے جو ہم ان سے پہلے سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف میں دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ سورۂ یونس کے گیارہ رکوع ہیں، ان میں صرف دو رکوع انباء الرسل سے متعلق ہیں اور باقی 9 رکوع تذکیر بآلاء اللہ پر مشتمل ہیں یعنی اللہ کے احسانات، اس کی قدرتیں، اس کی صناعی اور اُس کی معرفت۔ یہ مرکزی مضمون ہے۔ سورۃ ھود کے دس رکوعوں میں سے چھ، ساڑھے چھ رکوع انباء الرسل پر مشتمل ہیں، باقی چار یا اس سے کم میں دوسرے مضامین ہیں۔ کفار کے ساتھ جو رد و قدح ہے اس کا شمار تذکیر بآلاء اللہ کے ضمن میں آجائے گا اگر غالب حصہ تذکیر بایام اللہ کا ہی ہے۔ یعنی وہ بڑے بڑے دن جن میں قوموں کی ہلاکت کے فیصلے صادر ہوئے۔ سورۃ یونس اور سورۂ ھود میں یہاں ایک عجیب Reciprocal نسبت آپ کو نظر آئے گی۔ سورۃ یونس کے دو رکوع جو انباء الرسل کے ہیں ان میں آدھے رکوع میں حضرت نوحؑ کا ذکر ہے، پھر درمیان میں کسی رسول کا ذکر نہیں اور اس کے بعد ڈیڑھ رکوع حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہے۔ اس کے بالکل برعکس سورۃ ھود میں پورے دو رکوع حضرت نوحؑ پر ہیں اور یہ حضرت نوحؑ پر قرآن مجید میں سب سے اہم جامع اور فضیلت والا مقام ہے۔ [اگرچہ انیسویں پارے میں ایک مکمل سورت حضرت نوحؑ پر ہے مگر وہاں وہ تفصیلات نہیں ہیں جو یہاں پر ہیں] یہاں پر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بس ایک حوالہ کے طور پر ہے اور کچھ نہیں Reciprocal نسبت یہی تو ہوتی ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

باعتبارِ تلاوت انسانوں کے چار درجات اور ان کی تشبیہ

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ۔ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ۔ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ۔ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ۔)) (متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس مومن کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے مانند نارنگی کے ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور مزہ بھی عمدہ ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرتا تمرہ (چھوہارے) جیسی ہے کہ خوشبو اس میں مطلقاً نہیں ہے مگر مزہ شیریں ہے۔ اور مثال اس منافق کی جو قرآن پڑھتا ہے مانند ریحانہ یعنی تُلسی کے ہے کہ اس کی خوشبو اگرچہ اچھی ہوتی ہے مگر مزہ نہایت کڑوا ہوتا ہے۔ اور مثال اس منافق کی جو قرآن نہیں پڑھتا مانند حنظلہ یعنی اندرائن کے ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ ہوتا ہے۔''

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

20 تا 26 جمادی الثانی 1432ھ جلد 20
24 تا 30 مئی 2011ء شمارہ 21

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا-----------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

راکھ کا ڈھیر

علامہ اقبال ہر فرد کو ملت کے مقدر کا ستارہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حکیمانہ قول یقیناً دوطرفہ استعمال ہوسکتا ہے۔ یعنی فردِ ملت کی عزت وعظمت کا نشان بھی ہوسکتا ہے اور ذلت ونکبت کا سمبل بھی بن سکتا ہے۔ عزت وعظمت کے حصول کے لیے یکسوئی اور بے پناہ محنت ومشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن معززوہ ہوتا ہے جو اِسے بہر صورت عطائے خداوندی قرار دے۔ علاوہ ازیں تندئ بادِ مخالف سے گھبرانے کی بجائے اُسے اپنی تیز روی اور بلند پروازی کے لیے موافق سمجھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عزت اور عظمت، سچ اور حق کے متلاشی کے گھر کی لونڈی ہوتی ہے۔ لیکن جھوٹ کا سہارا لینے والا اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے والا ہر نئی مصیبت پر اپنی بدقسمتی کا واویلا کرتا نظر آئے گا۔ بات کو زیادہ گھمانے کی ضرورت نہیں۔ پہلی وضاحت تو یہ ہے کہ جس ملت کو علامہ اقبال نے پکارا تھا وہ تو قومی عصبیت کے دریا میں غرق ہوچکی ہے۔ اب مسلمان اقوام ہیں، جن میں سے ایک پاکستانی قوم بھی ہے۔ پاکستان قائم ہی جغرافیائی قومیت کی نفی کی بنیاد پر ہوا تھا۔ دو قومی نظریہ کیا تھا یعنی ایک قوم مسلمان اور دوسری قوم غیر مسلم۔ مسلم لیگ نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ مسلمان ایک قوم ہیں اور ہندو دوسری قوم ہیں بلکہ سوال مسلم اور غیر مسلم کا تھا، یہ بات الگ ہے کہ ہندو چونکہ ہندوستان میں بہت بڑی اکثریت میں تھے لہٰذا مسلمانوں کے مقابلے میں جب دوسری قوم کا ذکر ہوتا تو روئے سخن ہندوؤں کی طرف ہوتا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہم نے دفاعِ پاکستان اور استحکام پاکستان کے لیے نظریہ پاکستان کو عملی شکل دینے کی بجائے پاکستانیت کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ حالانکہ خود پاکستان جغرافیائی قومیت یعنی ہندوستان کی نفی کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، اور پاکستان کو ایک علیحدہ ملک بنانے کے لیے ہندوستان کے جغرافیہ کو کیک کی طرح کاٹ دیا گیا تھا۔

ہم نے سچ اور حق کو ترک کر کے جھوٹ کی بنیادوں پر عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ شروع شروع میں سرگوشی کے انداز میں، بعد ازاں کچھ بلند آواز سے اور آج چیخ چیخ کر کہا جا رہا ہے کہ پاکستان اس لیے قائم نہیں ہوا تھا کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست معرضِ وجود میں آئے بلکہ محض مسلمانوں کا ایک ملک بنانا مقصود تھا جنہیں ہندوؤں سے معاشی اور اقتصادی استحصال کا خطرہ تھا۔ ہم پاکستانیت کی بنیاد پر پاکستان کو مضبوط و مستحکم کرتے کرتے آدھا پاکستان گنوا بیٹھے۔ لیکن ہٹ کے پکے ہیں۔ آج اُسی بنیاد پر سندھ اور بلوچستان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سیدھی سی بات سمجھ نہیں آتی کہ جس دیوار کی اینٹوں کے درمیان سے سیمنٹ نکل جائے وہ کیونکر کھڑی رہے گی۔ کیا اسلام کے سوا کوئی مشترک شے تھی جو صوبوں کو جوڑے رکھتی اور رکھے گی۔ جھوٹ کے اپنے پاؤں نہیں ہوتے، کسی کو کیا سہارا دے گا۔ بہر حال ہم نے سچ کو ترک کیا۔ عزت و عظمت اور توقیر تو دور کی بات ہے، آج ذلت ورسوائی کے ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ خیر کی کسی خبر کی توقع ہی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستان کو گالی دینا، اس کو برا بھلا کہنا، اس کی نام نہاد آزادی اور خود مختاری کو نوچنا مہذب دنیا کا وتیرہ بن گیا ہے۔ کوئی اس حوالہ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود ہمارے سیکولر سیاست دان اور ملحد دانش ور جو ہمیں گھسیٹ کر اس مقام تک لائے ہیں وہ غیروں کی آواز میں آواز ملا کر ہمیں انتہا پسند اور دہشت گرد اور نہ جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ جس قراردادِ مقاصد کی منظوری پر ہمارا سیکولر طبقہ پریشان ہوا تھا، اُس کی گردن مروڑ کر اور اُسے بے دست و پا کر کے آئین کی کتاب

میں قید کیا، لیکن مہذب دنیا پھر بھی ہم سے ناخوش ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ آغاز ہی میں ہم پر واضح ہو گیا تھا کہ نصاریٰ ایک قوت ہے اور یہود اُس کی گردن پر سوار ہیں۔ یہ قوت صرف وہاں استعمال ہو گی جہاں یہود چاہیں گے۔ پھر بھی ہم نے خود کو سیٹو اور سنٹو میں باندھ دیا۔ اُس کی خاطر سوویت یونین کی جاسوسی کی۔ آج بھی اُس کے فرنٹ لائن اتحادی ہیں اور اُس کے حکم پر اپنے مسلمان بھائیوں کو خون میں نہلا رہے ہیں۔ عیار یہودی اور موقع پرست نصاریٰ پہلے روز سے اس نظریاتی مملکت کے دشمن تھے لیکن انہوں نے اپنی اس دشمنی کو اُس وقت تک اپنے سینوں میں بند رکھا جب تک اُس کا طاقتور نظریاتی دشمن سوویت یونین شکست و ریخت سے دوچار نہ ہوا۔ پہلا ہدف حاصل کرنے کے فوری بعد اُن کی اسلام دشمنی کھل کر سامنے آ گئی۔ پاکستان کو انہوں نے اس لیے فوکس کیا کیونکہ یہ ایٹمی ہتھیاروں سے لیس مسلمانوں کی واحد ریاست تھی۔ نائن الیون کے ڈرامے کے امریکہ کے کچھ مقاصد تھے لیکن اسرائیل بھی دو مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ عراق اور پاکستان سے اُسے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ عراق کی تباہی و بربادی ہو چکی لیکن پاکستان کی ایٹمی اثاثہ جات ابھی محفوظ ہیں بلکہ بہتری اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ اسرائیل امریکہ کو اُس وقت تک تگنی کا ناچ نچاتا رہے گا جب تک پاکستان ایٹمی اثاثہ جات سے دستبردار نہیں ہوتا یا اُنہیں امریکہ تباہ نہیں کر دیتا۔ یہ ہے وہ اصل جھگڑا جس کے لیے امریکہ مختلف عذرات تراش رہا ہے۔ اگر ہم اتنے ''بی بے'' ہو جائیں کہ اُمن کا راگ الاپتے ہوئے ایٹمی اثاثوں کو دریا برد کر دیں تو بھارت چڑھ دوڑنے کے لیے ایک دن بھی ضائع نہیں کرے گا۔ جس مڈ بھیڑ سے بچنے کے لیے ہم سانحۂ ایبٹ آباد اور ڈرون حملوں کو ہضم کیے جا رہے ہیں وہ ایک دن ہو کر رہے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم روایتی ہتھیاروں میں بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو بھارت پلس امریکہ کا مقابلہ کہاں سے کریں گے۔ ایسی صورت میں ہمارے پاس صرف ایک راستہ بچتا ہے۔ کسی کو از خود جنگ کا چیلنج نہ دیں، لیکن حق اور سچ پر ڈٹ جانے کا واضح اعلان کر دیں۔ اگر حق اور سچ پر ڈٹ جانے سے طالبانِ افغانستان امریکہ کو پسپا ہونے پر مجبور کر رہے ہیں تو ہمیں غیب سے مدد کیوں نہیں آئے گی۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بڑا اہم ہے کہ جب تک ہماری ایٹمی صلاحیت موجود ہے، بھارت ہم پر حملہ کرنے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا اور جب تک افغانستان میں امریکہ کی ڈیڑھ لاکھ فوج موجود ہے امریکہ کو پاکستان پر کھلم کھلا حملہ کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچنا پڑے گا۔ اس لیے کہ ڈیڑھ لاکھ باڈی بیگ امریکہ میں قیامت برپا کر دیں گے۔ ہم واشنگٹن تک پہنچ نہیں رکھتے۔ کابل، قندھار اور بگرام تک تو ہمارے میزائل آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ البتہ ہمیں بھی جان و مال کی زبردست قربانی دینی پڑے گی۔ لیکن جو زندہ رہے گا وہ عزت سے زندہ رہے گا۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ چیونٹیوں کے ہاتھوں ہاتھی ذلت کی موت مرے۔ لیکن وہ گھرانہ کسی سے کیا لڑے گا جس کے گھر کے اندر کی لڑائی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔ لہٰذا پہلے گھر کی لڑائی کو ختم کرو جو پاکستانیت کو صدا دینے سے نہیں، اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام سے ختم ہو گی۔ قبلہ رخ ہو کر صف بندی ہو گی تو دشمن شاید جنگ کی آگ بھڑکانے سے ہی کترائے۔ اپنی عمارت کو صحیح بنیادوں پر کھڑا کرو، تب ہی اُس کے دفاع اور استحکام کی ضمانت دی جا سکے گی۔ فرمودۂ اقبال صد فی صد درست ہے۔ درحقیقت فردِ واحد ہی پورا معاشرہ ہوتا ہے۔ اس لیے کام کا آغاز فردِ واحد سے ہو گا۔ فردِ واحد حقیقی مسلمان ہو گا تو حقیقی اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکے گا، جو صوبائی، لسانی اور فرقہ وارانہ عصبیتوں کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دے گا۔ لیکن اگر محض پاکستانیت کو غیر فطری انداز سے مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ قوم خود راکھ کا ڈھیر بن جائے گی۔

بیابہ مجلس اسرار

نظامِ خلافت — آزادی اور پابندی کا حسین امتزاج

نظامِ خلافت میں آزادی اور پابندی کے امتزاج کو ایک حدیث نبویؐ کے حوالے سے بآسانی چند الفاظ میں سمجھا جا سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں (ترجمہ) ''مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہو'' (مسند احمد عن ابی سعید الخدریؓ) اس مثال کو ذرا وسعت دے کر فرض کریں کہ ایک وسیع و عریض میدان ہے، جس میں گھوڑے کے بھاگنے دوڑنے کی کافی گنجائش ہے لیکن آپ نہیں چاہتے کہ وہ بالکل آزاد ہو کر فرار ہی ہو جائے، لہٰذا آپ اسے ایک سو گز لمبی رسی کے ذریعے کھونٹے سے باندھ دیتے ہیں۔ اس طرح سو گز نصف قطر کا ایک دائرہ ایسا وجود میں آ جائے گا جس میں گھوڑا آزاد ہو گا۔ البتہ ایک سو ایک واں گز ہر سمت میں ممنوع یا ناممکن ہو گا۔ ایک اسلامی ریاست یا نظامِ خلافت میں آزادی اور پابندی کا جو حسین امتزاج ہوتا ہے وہ اس مثال سے اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ دائرے کا محیط کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی نمائندگی کرتا ہے جس سے تجاوز کی اجازت نہ افراد کو ہے نہ بحیثیت مجموعی معاشرے یا ریاست کو، البتہ اس دائرے کے اندر اندر افراد بھی آزاد ہیں اور ریاست اور معاشرہ بھی۔ چنانچہ اس حصے میں عہد حاضر کے اعلیٰ ترین معیارات کے مطابق جمہوری اقدار کی ترویج و تنفیذ اور ''ان کا معاملہ باہمی مشاورت سے طے ہوتا ہے'' کے قرآنی اصول (سورۂ شوریٰ آیت 38) کے تقاضوں کو عہد حاضر کے بہترین ترقی یافتہ اداروں کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے۔

کفار سے دوستی اور اُس کی سزا

سورۃ النساء کی آیات 136 تا 141 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 13 مئی 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ النساء کی آیت 136 تا 141 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے جمعہ سورۃ المائدہ کی چند آیات کی روشنی میں قوم کی موجودہ کیفیت اور بحیثیت مجموعی ہمارے اور ہمارے حکمرانوں کے کردار کی نقشہ کشی کی گئی تھی۔ ان آیات میں کفار سے دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ آیات شاید آج ہی کے وقت کے لیے ہیں۔ سورۃ المائدہ کی اِن آیات میں جو مضمون بیان ہوا ہے، وہی مضمون ایک دوسرے اسلوب میں سورۃ النساء کی اُن آیات میں بیان ہوا ہے، جو میں نے آج آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ سورۃ النسا اور سورۃ المائدہ جڑواں سورتیں ہیں۔ دونوں مدنی ہیں اور قرآن مجید میں ایک ترتیب میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ یہ ہر دور کے لیے مکمل رہنمائی ہے۔ جس وقت یہ نازل ہو رہا تھا، اُن لوگوں کے لیے بھی جامع اور اکمل رہنمائی تھا، اور بعد کے لوگ بھی جب اس کی آیات کو پڑھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ہی حالات میں رہنمائی کے لیے یہ آیات اُتری ہیں۔ ظاہر ہے، یہ کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کسی ایک ہی زمانے کے لیے ہدایت نہ ہو، بلکہ ہر دور کے لیے رہنمائی کا مکمل سامان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن آج بھی ہماری اور ہمارے حکمرانوں کی سوچ اور طرزِ عمل کو واضح طور پر بے نقاب کرتا ہے اور اصل مرض کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ آیئے، ان آیات کا مطالعہ کریں۔

سب سے پہلی آیت جو میں نے تلاوت کی ہے، وہ ہم سب کو چونکا دینے والی ہے۔ فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ﴾

''مومنو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں ﷺ) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ۔''

غور کیجیے، یہاں مسلمانوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ جب ایمان پہلے ہی موجود ہے تو پھر کس ایمان کا کہا جا رہا ہے۔ دیکھئے، ایک ایمان تو وہ ہے جو ہماری زبان کی نوک پر ہے۔ یہ اقرار باللسان ہے۔ اور ایک ایمان وہ ہے جو یقین قلبی سے عبارت ہے۔ اصل ایمان جو اللہ کے ہاں معتبر اور مطلوب ہے وہ یقین قلبی والا ایمان ہے۔ جس شخص نے بھی زبان سے اقرار کر لیا، دنیا میں قانونی طور پر وہ مسلمان ہی کہلائے گا، اس لیے کہ دل کی حالت کو ہم جان نہیں سکتے۔ تاہم ایمان صحیح معنوں میں ایمان تب ہی کہلائے گا جب زبانی اقرار کے ساتھ قلبی تصدیق بھی شامل ہو۔ محض زبان سے اقرار کر لینا کافی نہیں۔ اِسی ایمان حقیقی کا تقاضا مومنین سے یہاں کیا جا رہا ہے۔ اِسی ایمان کا ذکر سورۃ الحجرات میں عرب بدوؤں کے حوالے سے آیا ہے۔ فرمایا گیا: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ﴾ (آیت 14) ''اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ) یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔'' کچھ یہی کیفیت ہماری بھی ہے۔ اس وقت ہم مسلمانوں کی اکثریت اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو موروثی طور پر مسلمان ہیں۔ وہ مسلمان والدین کے گھر پیدا ہو جانے سے مسلمان کہلاتے ہیں، ورنہ اسلام اور اُس کی تعلیمات سے وہ کوسوں دور ہیں۔ ہم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور بس! نماز روزہ کی پابندی ہمیں گوارا نہیں۔ اسلام کے حلال و حرام کے احکام کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ یہ موروثی اسلام بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن ہمیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ایمان حقیقی کے لیے کوشاں ہو۔ ایمان حقیقی تب ہی پیدا ہوگا جب ہم موروثی اسلام سے آگے بڑھ کر عملی طور پر مسلمان بننے کی کوشش کریں گے، اسلامی تعلیمات اور احکام پر عمل شروع کریں گے۔ ایمان حقیقی یونہی نہیں مل جائے گا۔ اس کے حصول کے لیے ہمیں جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اسی لیے کہا جا رہا ہے کہ ایمان والو، تم کلمہ پڑھ کر اہل ایمان کی صف میں تو شامل ہو گئے ہو، لیکن اب حقیقی ایمان کے حصول کی کوشش کرو۔ اللہ پر پختہ یقین رکھو۔ جب تمہارا پختہ یقین اللہ پر ہوگا تو پھر تمہارا توکل اور بھروسا نہ امریکہ پر ہوگا اور نہ ایٹمی قوت پر، بلکہ اللہ کی ذات پر ہوگا — اسی طرح تم اللہ کے رسول پر صدق دل سے ایمان لاؤ۔ رسول ﷺ پر بھی ہمارا ایمان موروثی عقیدہ کے طور پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقیقی ایمان کہاں ہے؟ اگر آپؐ پر حقیقی ایمان ہوتا تو کیا ہم آپؐ کے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلتے؟ کیا آپؐ کے اسوہ و سنت کو اختیار نہ کرتے؟ ہم تو آپؐ کے اسوہ سے یکسر بے پروا ہیں، حالانکہ صحیح معنوں میں آپؐ پر ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت اور اتباع کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر نظر ڈالیں۔ انہوں نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ پر ایمان لائے تو اُن کی زندگی کا رُخ ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ آج ہم سے بھی یہی چیز مطلوب ہے — اُس کتاب قرآن حکیم پر بھی پختہ ایمان لاؤ اور یہ سابقہ کتب

سماویہ پر بھی تمہارا ایمان ہونا چاہیے کہ وہ بھی اللہ کی طرف سے نازل کی گئی تھیں۔ اسی طرح آخرت پر بھی پختہ یقین ہونا چاہیے۔ یہ یقین ہو کہ میری منزل آخرت ہے، دنیا نہیں۔ یہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے اور امتحان کے لیے ہے۔ یہاں جو کچھ بھی میں کروں گا روزِ حساب اُس کا مجھے حساب دینا ہوگا۔ لہٰذا میں اُس دائمی منزل کو سنوارنے کی کوشش کروں، وہاں گھر بنانے اور سجانے کی فکر کروں۔ اگر یہ یقین دل میں بیٹھ جائے تو ہماری دنیا یکسر بدل جائے۔ ہم آخرت کا زبان سے اقرار تو کرتے ہیں مگر اصل مسئلہ یقین کی کمی کا ہے۔ اسی بنا پر ساری توانائیاں دنیا بنانے میں جھونک دیتے ہیں، اور آخرت کو یکسر فراموش کیے رہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۱۶) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۱۷)﴾ (الاعلیٰ) ”(تمہارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ) تم دنیا ہی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی۔“

ایمان حقیقی کی دعوت کے بعد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (۱۳۶)﴾

”اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔“

یعنی جس ایمان حقیقی کا تقاضا تم سے کیا جا رہا ہے، اگر اس کے لیے تم نے کوشش نہ کی، اِسے حاصل نہ کیا تو پھر معاملہ بہت خطرناک ہوگا۔ دل اس ایمان سے خالی ہوا تو پھر اندر سے ارتداد شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر اُس کے ملائکہ، اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر پختہ ایمان نہ ہوگا تو تم بہت دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (۱۳۷)﴾

”جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا راستہ دکھائے گا۔“

عہد نبویؐ میں ایک طبقہ اُن منافقین کا تھا جو اسلام کی حقانیت کو سمجھ کر ایمان لائے تھے، محض سازشی طور پر ایمان نہیں لائے تھے، مگر ایمان لانے کے بعد وہ انکار کر بیٹھے۔ انہوں نے انکار زبان سے نہیں کیا تھا بلکہ عمل سے کیا تھا۔ انہوں نے قلبی یقین کے حصول کی کوشش ہی نہیں کی۔ چنانچہ اُن کا عملی انکار رفتہ رفتہ فکری انکار میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ دورِ نبویؐ میں ایسے لوگ نہیں ملتے جو پہلے ایمان لے آئے اور پھر کافر ہو گئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر اور مرتد ہو گئے۔ اگرچہ سیرت میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ کچھ لوگ ایمان لائے اور پھر مرتد ہو گئے۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ وہ پہلے سے ہی ایمان نہیں لائے تھے۔ وہ کفر کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہوئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی نکل گئے۔ لیکن قرآن یہاں جن لوگوں کا ذکر کر رہا ہے، وہ صحیح معنوں میں ایمان لائے تھے مگر پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا۔ یہ گویا اُن کی باطنی کیفیت کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کے دل نے تصدیق کی کہ واقعی آپؐ اللہ کے رسول ہیں، قرآن اللہ کی کتاب ہے، جو بات کہی جا رہی ہے وہ حق ہے، لیکن جب اسلام کے عملی تقاضے سامنے آئے تو اب قدم پیچھے ہٹانا شروع کر دیے۔ یہ طرزِ عمل دراصل انکار ہے اُس حقیقت کا جس پر وہ ایمان لائے تھے۔ یہ تکفیر عملی تھی۔ اس کے نتیجے میں اُن کا باطن سیاہ سے سیاہ تر ہو رہا تھا۔ پھر قرآن کی آیات سنیں تو دل نے گواہی دی بات تو ٹھیک ہے مسلمانوں نے سمجھایا کہ تم کیا کر رہے ہو، جھوٹ کیوں بول رہے ہو تو پھر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ مگر مال و دولت کی محبت پاؤں کی بیڑی بن جاتی رہی۔ پھر اندر سے وہ ارتداد شروع ہوا اور معنوی طور پر انکار کر بیٹھے، عملی تکذیب کی۔ پھر اس کیفیت میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ یہ نفاق کا سفر ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا، اور اس پر ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولنا، جھوٹی قسمیں کھانا وہ طرزِ عمل ہے جس کے نتیجے میں اگر تھوڑا بہت ایمان اندر ہو بھی، تو وہ زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ بظاہر مسلمان تھے۔ ہر وقت کلمہ پڑھتے، نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ انہوں نے زبان سے انکار نہیں کیا تھا، لیکن ایمان کی جو تھوڑی بہت رمق تھی وہ عملی کوتاہیوں اور منافقانہ طرزِ عمل سے بالکل زائل ہو گئی۔ اس میں ہر دور کے مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ اگر تمہارے اندر حقیقی قلبی یقین والا ایمان نہیں ہوگا، اگر ایمان کے بعد نفاق کی راہ اختیار کر لو گے، اگر ہدایت واضح ہو جانے اور اصحاب ایمان کی صحبت پانے کے بعد بھی نفس اور شیطان کے وساوس میں آ کر کفر کے راستے پر چل پڑو گے تو پھر تمہاری اس روش کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تمہیں معاف نہیں فرمائے گا، اور تمہیں ہدایت نہیں دے گا۔ تمہارے مقدر میں ہدایت سے محرومی ہوگی، تم کبھی راہ یاب نہیں ہو گے۔ منافقین کا اصل مسئلہ کیا تھا؟ راہ حق کی مشکلات۔ یہ اس راستے کی مشکلات کے سبب آگے نہیں بڑھتے تھے، حالانکہ حق کا راستہ تو مشکلات سے بھرپور ہے۔ اللہ نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۱۵۵)﴾ (البقرہ) ”اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔“ منافقین نہ صرف خود راہ حق پر آگے بڑھنے اور اُس کی مشکلات جھیلنے پر آمادہ نہ تھے بلکہ جو لوگ اس راستے پر چلتے اور استقامت کا مظاہرہ کرتے، یہ اپنے دلوں میں اُن سے بھی بغض رکھتے اور اُن کی شکست پر خوشی محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ آج بھی بعض مسلمان اسامہ بن لادن کی مبینہ شہادت کی خبر پر ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے ہیں۔ طالبان کو گزند پہنچتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو بڑی طاقتوں سے ٹکرانے کا یہ انجام ہوتا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۱۳۸)﴾

”(اے پیغمبر ﷺ) منافقوں (یعنی دو رخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔“

منافقین کا اصل جرم کیا تھا، اسے اگلی آیت میں واضح کیا گیا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ﴾

”جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔“

منافقین وہ لوگ ہیں جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، اُن سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں، اُن کے ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہوتے ہیں، اُن کے فرنٹ لائن اتحادی بنتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ اُن کے اندر ایمان نہیں ہے، بلکہ دنیا کی محبت نے بسیرا کر رکھا ہے۔ اور دنیا کی محبت وہ شے ہے جو بزدلی کو جنم دیتی ہے۔ پھر یہی سوچ ہوتی ہے جو آج ہماری ہے کہ اس وقت دنیا کی جو قوتیں ہیں ان کی مدد حاصل کرو، اُن کی گڈ بکس میں رہو، اپنے مفادات کے لیے اُن کے مفادات کی نگہداشت کرو۔ اگر ہم امریکہ کے مفادات کا خیال رکھیں گے تو وہ ہمارے مفادات کا تحفظ کرے گا۔ یہی وہ اندازِ فکر تھا جس کے تحت نائن الیون کے بعد ہم نے افغان پالیسی پر یوٹرن لیا اور طالبان کی اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کی صلیبی جنگ کا ہراول دستہ بنے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ حکمرانوں کی اس ظالمانہ، نامنصفانہ اور غیر حکیمانہ پالیسی پر پوری قوم بھی خاموش، بلکہ مطمئن رہی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آگے فرمایا:

﴿اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَھُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ﴿۱۳۹﴾﴾

''کیا یہ ان کے ہاں عزت (حاصل) کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت سب اللہ ہی کی ہے۔''

یہ منافقین جو کفار کے پاس جاتے اور اُن کے ساتھ دوستیاں بڑھاتے ہیں، کیا اس لیے ایسا کرتے ہیں کہ وہاں سے انہیں عزت مل جائے گی، قوت اور سربلندی حاصل ہوگی۔ ہم نے امریکہ کی صلیبی جنگ میں افغانستان کی اسلامی ریاست کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا، اور اسلام اور مسلمانوں کے مفاد پر کفار کے مفاد کو ترجیح دی، اس خیال سے کہ امریکہ کی نگاہ میں ہماری عزت اور وقعت ہوگی۔ اس سٹریٹجی کے نتیجے میں ہم امریکہ کے منظورِ نظر بن جائیں گے۔ وہ ہمیں اس خطے میں انڈیا کے مقابلے میں زیادہ حیثیت دے گا اور انڈیا کے مقابلے میں ہماری پوزیشن مضبوط ہو جائے گی۔ مگر یہ خیال سراسر غلط اور گمراہ کن تھا۔ قرآن نے کہہ دیا کہ یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔ کیا تم اِن کے پاس عزت ڈھونڈتے ہو؟ ہرگز نہیں، تمہیں ان کے پاس سے سوائے ذلت اور رسوائی کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اس سے بڑھ کر ذلت اور کیا ہوگی کہ افغان جنگ میں امریکہ کے جتنے فوجی ہلاک ہوئے، اُس سے کئی گنا ہمارے فوجیوں کی جانیں گئیں اور اس سے بھی زیادہ تعداد اُن بے گناہ مسلمانوں کی ہے جو ہماری فوج کے ہاتھوں مارے گئے، مگر پھر یہی کہا جا رہا ہے کہ امریکہ کو افغانستان میں جو ناکامی ہوئی ہے اُس کے ذمہ دار تم پاکستانی ہو۔ تم نے سب سے بڑے دہشت گرد اپنے ہاں ٹھہرا رکھے ہیں، تم حقانی نیٹ ورک کو ختم نہیں کرتے۔ ہمیں عزت تو ملنی نہیں تھی، ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا عزت ان کفار کے پاس تلاش نہ کرو۔ عزت تو ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔ یہی بات سورۃ المنافقون میں مزید کھولی گئی ہے کہ ﴿وَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَلِرَسُوۡلِہٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَلٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸﴾﴾ ''اور عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔'' جب عزت خود کفار کے لیے نہیں ہے تو پھر وہ دوسروں کی عزت کا کیا سامان ہوں گے۔ کیا اللہ نے امریکہ کو افغان جنگ میں رسوا نہیں کیا۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہوگی، کہ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکہ کو شکست ہو گئی ہے۔ اور امریکہ کی اِس شکست سے عزت کن کی ہوئی؟ ظاہر ہے، طالبان افغانستان کی جنہوں نے سرفروشی کی عظیم تاریخ رقم کی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَقَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَیُسۡتَہۡزَاُ بِہَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖۤ ۫ۖ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ ؕ﴾

''اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں، ان کے پاس مت بیٹھو، ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔''

منافقین کی محافل میں آیات و احکامِ الٰہی کا استہزا ہوتا تھا۔ لہٰذا صادق الایمان لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی محفلوں میں نہ بیٹھو۔ اگر تم میں سے کسی کا یہ خیال ہو کہ ہم تبلیغِ دین کی نیت سے اُن کے پاس جاتے ہیں تو پھر یاد رکھو کہ جیسے ہی محسوس کرو کہ اس محفل میں آیاتِ الٰہی کا انکار اور استہزاء ہو رہا ہے تو اُس محفل سے اُٹھ جاؤ۔ اُن کے پاس بیٹھے نہ رہو، ورنہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے، غیرتِ دینی تمہارے اندر سے بھی ختم ہو جائے گی۔ آج کے دور میں آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو روشن خیال کہلاتے ہیں۔ اِن کی روشن خیالی کا معیار ہی یہ رہ گیا ہے کہ یہ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کا کتنا مذاق اڑا سکتے ہیں۔ اِن لوگوں کی محفلوں میں کبھی قرآن و حدیث کا حوالہ نہیں آتا۔ یہ اسے دقیانوسیت خیال کرتے ہیں۔ حوالہ آتا ہے تو کسی مغربی مفکر یا یونانی فلسفی کا آتا ہے۔ اسی کو یہ حکمت و دانش خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی اور شخص ان کے سامنے قرآن و حدیث کی بات کرے تو اُن کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں۔ ایک بڑے اشتراکی شاعر نے علامہ اقبال کے بارے میں کہا تھا کہ اقبال یقیناً بڑا شاعر ہے، لیکن یہ جو قرآن کا ترجمان بن گیا ہے، اس کی وجہ سے اِس کا ہماری نگاہوں میں کوئی مقام نہیں رہا۔ یہ نام نہاد دانشور علماء کو الزام دیتے ہیں کہ وہ متعصب اور تنگ نظر ہیں، حالانکہ سب سے زیادہ متعصب اور تنگ نظر یہ خود ہیں۔ قرآن و حدیث کی بات کہی جاتی ہے تو اُن کے کان بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اللہ کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں، اس لیے کہ یہ سب سے زیادہ حقیقت سے غافل اور محجوب ہیں۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے پاس نہ بیٹھا جائے۔ ہمارے ہاں جب سیاسی اتحاد بنتے ہیں تو سیکولر پارٹیوں کے ساتھ دینی جماعتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ پھر سیکولر لوگوں کے ساتھ نشستیں ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اللہ کے دین کا مذاق اُڑانے والے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اِن کے ساتھ نشست و برخاست سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ کیا یہی اُسی قبیل کے سیکولر لوگ نہیں ہیں کہ جنہوں نے کہا کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ سابق ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے کہا تھا کہ میں چوری کی سزا نافذ کر کے قوم کو ٹنڈا نہیں بنا سکتا۔

منافقین کے انجامِ بد کی بابت فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا ﴿۱۴۰﴾﴾

''کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں (سب کو) دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

منافقین کی باطنی کیفیت کیا ہے، اگلی آیت میں اِسے واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿الَّذِیۡنَ یَتَرَبَّصُوۡنَ بِکُمۡ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ فَتۡحٌ مِّنَ اللّٰہِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ۫ۖ وَاِنۡ کَانَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نَصِیۡبٌ ۙ قَالُوۡۤا اَلَمۡ نَسۡتَحۡوِذۡ عَلَیۡکُمۡ وَنَمۡنَعۡکُمۡ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ﴾

''جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے؟ اور تم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا نہیں؟''

منافق حالتِ انتظار میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہو گئی تو کہہ دیں گے کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں، مالِ غنیمت میں ہمیں بھی شریک کرو اور اگر کافر غالب ہو گئے تو اُن سے کہیں گے کہ ہم نے تمہاری حفاظت کی اور مسلمانوں سے تمہیں بچایا۔ ہماری ایجنسیاں اور ہماری فوج تم سے معلومات کا تبادلہ کرتی رہیں۔ ہمیں امداد دو۔ اُن کی اِس کیفیت پر اللہ نے فرمایا:

﴿فَاللّٰہُ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَلَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۱۴۱﴾﴾

''تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فیصلہ کر دے گا کہ تم کس کے ساتھ تھے، مسلمانوں کے ساتھ یا کفار کے ساتھ۔ روزِ قیامت ساری حقیقت کھل جائے گی۔ یہ بات بھی واضح فرما دی کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے معاملے میں کافروں کو غلبہ نہیں عطا فرمائے گا۔ آخری غلبہ اور فتح بہرحال سچے اہلِ ایمان ہی کی ہوگی۔ کفار و منافقین کا گٹھ جوڑ اُن کے کسی کام نہ آئے گا۔ بالآخر انہیں رسوا ہونا پڑے گا۔ [مرتب: محبوب الحق عاجزؔ]

غزوۂ تبوک اور ناموافق حالات

حافظ محمد مشتاق ربانی

غزوۂ تبوک 9 ہجری کو پیش آیا۔ اس واقعہ سے قبل غزوۂ موتہ ہوا۔ غزوۂ موتہ میں مسلمان لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور غسانی ایک لاکھ سے زائد تھے۔ ان غسانیوں کی پشت پناہی ہرقل (قیصر روم) کر رہا تھا۔ غزوۂ موتہ میں یکے بعد دیگرے تین مسلمان کمانڈر اور کئی مجاہدین شہید ہوئے۔ اتنے بڑے جانی نقصان کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ آگے بڑھے اور لشکر کی کمان سنبھالی۔ انہوں نے بڑی حکمت عملی اور جنگی چال سے مسلمان لشکر کو پیچھے ہٹا لیا۔ غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو بظاہر بڑا نقصان اُٹھانا پڑا، لیکن غسانی سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کی طاقت روز بروز فروغ پا رہی ہے۔ ان کا اثر ورسوخ بڑھتا جا رہا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی اُبھرتی ہوئی اس طاقت کو ختم کرنے کے لیے وہ خود بھی تیاری کرنے لگے اور ہرقل (قیصر روم) کو بھی لکھا کہ مسلمانوں کا بڑھتا ہوا اثر ورسوخ تشویشناک ہے۔ اس پر انہوں نے سوچا کہ اس سال پورا عرب قحط میں ہے، لہٰذا یہ بہترین موقع ہے کہ اس ابھرتی ہوئی طاقت کو کچل دیا جائے۔ حالانکہ جب ایران نے روم کو شکست دی تھی تو مسلمانوں کو پریشانی ہوئی تھی، جس پر سورۃ الروم کے آغاز میں فرمایا:

﴿الٓمّٓ o غُلِبَتِ الرُّوۡمُ o فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ o فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ o بِنَصۡرِ اللّٰہِ﴾ (الروم:1 تا 5)

”الم، مغلوب ہو گئے ہیں رُومی ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں، اللہ کے ہاتھ ہیں سب کام پہلے اور پچھلے اور اُس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے (وہ غالب ہوں گے)۔“

چنانچہ جس سال بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اس سال سلطنت روم کو بھی فتح ہوئی۔ مگر رومیوں کو مسلمانوں کی کامیابی اچھی نہ لگی اور انہوں نے بالآخر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ قیصر روم مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے تو آپ ؐ نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔ دشمن کی فوج لاکھوں میں تھی۔ ان کی اس قوت کے پیش نظر آپ ؐ نے نفیر عام کا حکم دیا کہ ہر کوئی جنگ کے لیے روانہ ہو۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

غزوۂ تبوک کو غزوۃ العسرۃ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ ایک انتہائی ناموافق حالات میں پیش آیا۔ ایک طرف انتہائی گرمی تھی۔ اس گرمی کے درجۂ حرارت کو اپنی گرمی پر محمول نہ کریں۔ اس گرمی کو دیکھ کر منافقین گھبرا گئے اور کہنے لگے:

﴿لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ﴾ (التوبۃ:81)

”گرمی میں (جہاد کے لیے) مت نکلو۔“

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا:

﴿قُلۡ نَارُ جَہَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوۡ کَانُوۡا یَفۡقَہُوۡنَ o﴾ (التوبۃ:81)

”(ان سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔“

سچے مسلمان اس گرمی کے موسم میں نہ گھبرائے۔ ایک صحابی ؓ اپنے باغ میں ٹھنڈی چھاؤں میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ ہر قسم کی نعمتیں اور سہولتیں میسر تھیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اس گرمی میں حالت سفر میں ہیں اور میں ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کر رہا ہوں۔ فوراً اُٹھے اور اسلامی لشکر کے ساتھ جا ملے۔

پھر یہ غزوہ ان حالات میں ہوا کہ کھجور کی فصل بالکل پک چکی تھی۔ صورتحال یہ تھی کہ اگر ان کھجوروں کو نہیں اتارتے تو وہ ضائع ہو جاتیں، جس سے شدید معاشی نقصان کا اندیشہ تھا۔ دوسری طرف اللہ کے رسول ﷺ کی جہاد کے لیے پکار تھی۔ قربان جائیے، صحابہ کرام ؓ کے ایمان و جذبہ جہاد پر کہ انہوں نے فصل کے ضائع ہونے کی پروانہ کی اور نبی کریم ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ذرا ان حالات کو اپنے اوپر منطبق کر کے سوچیں کہ کتنا کٹھن وقت ہے کہ ایک فصل کے تیار ہونے کا ہم کتنا انتظار کرتے ہیں۔ سارے اخراجات کا پورا ہونا اِسی فصل کی آمدنی سے وابستہ ہوتا ہے اور ان حالات میں اگر کوئی ہم سے جہاد کے لیے نکلنے کا تقاضا کرے تو ہمارا ردِ عمل جیسا ہوگا، سب جانتے ہیں الا ما شاء اللہ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاہِدُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ o﴾ (التوبۃ:41)

”نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔“

اس غزوہ میں مسلمان جن سے لڑنے کے لیے روانہ ہو رہے تھے وہ فوج لاکھوں میں تھی۔ ان کے پاس ہر طرح کے وسائل تھے۔ جبکہ مسلمان صرف تیس ہزار تھے۔ ان تیس ہزار میں سے صرف دس ہزار گھوڑ سوار تھے۔ ایسے بھی تھے جن کے پاس سواری کیا، اشیاء خورد و نوش بھی نہ تھیں، جن کا نقشہ قرآن حکیم نے اس طرح کھینچا ہے:

﴿وَّ لَا عَلَی الَّذِیۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡکَ لِتَحۡمِلَہُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُکُمۡ عَلَیۡہِ ۪ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡیُنُہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوۡا مَا یُنۡفِقُوۡنَ o﴾ (التوبۃ:92)

”اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوتے جو تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری دو اور آپ ؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کراؤں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا ان کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔“

سیرت کی کتابوں میں ان کے لیے ”البکاءون“ کا لفظ ملتا

(باقی صفحہ 9 پر)

انقلاب نبویؐ کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق

فرد کی تبدیلی کے لیے قرآن حکیم کا پروگرام (iii)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

تعلیم حکمت

انقلاب نبوی کے اساسی منہاج کا آخری مرحلہ ''تعلیم حکمت'' کا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''حکمت'' کا لفظ سہ حرفی مادہ ح ک م ہے۔ عربی میں ''ح ک م'' کا مادہ بنیادی طور پر کسی شے کی پختگی اور استحکام کے لیے آتا ہے۔ حکمت دراصل انسانی عقل اور شعور کی پختگی ہے۔ انسان کے اندر غور وفکر کی جو استعداد ہے، اس کا پختہ (mature) ہو جانا اور اس میں اصابت رائے کی صلاحیت پیدا ہو جانا حکمت ہے اور یہ انسان کی صلاحیتوں میں بلند ترین چیز ہے۔ عام تعلیمی نظام میں بھی تربیت انسانی کے نقطۂ نظر سے یہ تدریج ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ کسی بچے کو آپ پہلے تاریخ کے واقعات کا مطالعہ کروائیں گے اور اس کو یاد کروائیں گے کہ فلاں فلاں واقعات کب اور کیسے ہوئے۔ اس کے بعد پھر ایک مرحلہ ''فلسفۂ تاریخ'' کا آتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ فلاں قوم کو شکست کیوں ہوئی، فلاں تہذیب کو عروج کیوں حاصل ہوا اور فلاں تمدن زوال پذیر کیوں ہوا؟ وغیرہ۔ اسی طرح آپ جغرافیہ میں پہلے یہ پڑھائیں گے کہ فلاں ملک کی آب و ہوا کیا ہے، وہاں کی زرعی پیداوار کیا ہے اور وہاں کون کون سے معدنی ذخائر پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد پھر طبعی جغرافیہ (Physical Geography) میں یہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ یہ تغیر وتبدل کیوں ہے؟ یہ موسم اس طرح کیوں بدلتے ہیں؟ فلاں جگہ یہ چیز کیوں پیدا ہو رہی ہے؟ اور فلاں خطے میں یہ معدنیات کیوں پائی جاتی ہے؟ تو درحقیقت یہ ''کیوں اور کیسے؟'' ہر گوشۂ علم میں چوٹی کی چیز ہے۔ اسی طرح دین کا معاملہ ہے۔ انسانی ذہن اور شعور تربیت پا کر وہ پختگی حاصل کر لیں کہ انسان دین کے ''کیوں اور کیسے'' کو سمجھ سکے تو یہ ''حکمت'' ہے۔ فاتح دورِ حاضر امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة'' کا موضوع یہی حکمت دین ہے کہ احکامِ شریعت میں کیا حکمتیں ہیں، ان کے کیا مقاصد ہیں۔

دین پر عمل کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ ہر مسلمان کو شریعت کے اوامر ونواہی کی پابندی کرنی ہے۔ ''سمع و طاعت'' اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔ لیکن اس سے بلند تر سطح یہ ہے کہ وہ بصیرت باطنی اور enlightment پیدا ہو جائے کہ جس سے نظر آنے لگے کہ یہ حکم کیوں دیا جا رہا ہے، اس کی حکمتیں کیا ہیں، اس کی غرض کیا ہے، اس کی علت کیا ہے، اس کی مصلحتیں کیا ہیں! انسان کے اپنے مفاد میں اور نظام اجتماعی کے مصالح کے اعتبار سے دین کے ان احکام کی کیا اہمیت اور کیا مقام ومرتبہ ہے۔ اس مرحلے پر پہنچ کر یہ حکم بوجھ محسوس نہیں ہوتا بلکہ ایک نعمت معلوم ہونے لگتا ہے۔ تب شریعت کے اوامر ونواہی طبیعت کے لیے کسی ناگوار کیفیت کے حامل نہیں رہ جاتے، بلکہ ان کے اندر اللہ کے انعام واحسان ہونے کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں شریعت کو نعمت سے تعبیر فرمایا گیا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ......﴾ یعنی یہ اللہ کا انعام ہے کہ اُس نے تمہیں تمام پیچیدہ اور پُر پیچ راہوں میں ایک درمیانی راہ ''صراط مستقیم'' عطا فرما دی اور ایک متوازن اور معتدل نظام تمہیں عطا فرمایا۔ یہ سراسر انعام خداوندی ہے، اور اس نعمت کا اتمام ہوا ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر۔ سورۃ البقرہ میں اس ''حکمت'' کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اور جس کو حکمت عطا کر دی گئی اسے تو خیر کثیر سے نواز دیا گیا''۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ حکمت اللہ کی بہت بڑی دولت ہے اور اللہ کا اُس شخص پر بہت ہی بڑا احسان ہے جسے اُس نے حکمت سے نوازا ہو۔ علامہ اقبال نے اسے ''اسرار دین'' سے تعبیر کیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اے کہ می نازی بہ قرآنِ حکیم
تا کجا در حجرہ ہا باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن!
نکتہ شرع مبیں را فاش کن!

تو حکمت دین کی تعلیم اور اس کا عام کیا جانا انقلاب نبوی کے اساسی منہاج کی چوٹی کا معاملہ ہے۔ گویا یہ اس کا مرتبۂ کمال اور نطقۂ عروج ہے۔ قبل ازیں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ عہد نبویؐ سے پہلے انسان اپنے شعور کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ لہٰذا پہلی امتوں کو حکمت نہیں دی گئی۔ وہاں صرف احکام ہی احکام تھے۔ تورات میں سب سے اہم چیز ہی وہ احکام ہیں جنہیں احکام عشرہ کہا جاتا ہے۔ تورات صرف احکام پر مشتمل تھی۔ انجیل میں پہلی مرتبہ حکمت کا ذکر آتا ہے۔ لیکن یہ بھی ابتدائی درجے میں تھی۔ قرآن میں آیات بھی ہیں، تزکیہ کا عمل بھی ہے، قانون بھی ہے اور حکمت بھی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے مراد سنت ہے۔ حکمت قرآن سے باہر کی شے نہیں ہے، بلکہ اس کا جزو لاینفک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ﴾ (آیت: 39) یعنی ''اے نبی، یہ ہیں وہ باتیں جو حکمت کی قبیل سے آپ کے رب نے آپ پر وحی کی ہیں۔''

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ﴾

''اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔''

حکمت قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی۔ حکمت کے نادر موتی آپ کو حدیثوں میں بکثرت ملیں گے، اور بسا اوقات یہ ضعیف حدیثوں میں زیادہ ملتے ہیں۔ اگرچہ علماء کے ہاں یہ طے ہے کہ ضعیف حدیث سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں جو علم وحکمت

ہو وہ حاصل کیا جاسکتا ہے، جو قرآن کے منافی نہ ہو۔

حکمت دو طرح کی ہے۔ ایک حکمت اصولی یا حکمت ایمانی ہے۔ یہ ایمان کی میٹا فزکس، ایمان کے فلسفہ اور اس کے اجزاء کے باہمی ربط کو اس کی گہرائیوں میں اُتر کر سمجھنا ہے۔ یہ جاننا کہ ایمان باللہ خالصتاً صرف فطرت کی آواز ہے، البتہ ایمان بالآخرت میں فطرت کے ساتھ منطق بھی لگے گی۔ اور قرآن مجید کے حوالے سے آپ کو یہ ساری چیزیں ایک عقلی اور حکیمانہ نظام کے ساتھ پیش کرنی ہوں گی۔ مولانا روم نے کہا تھا ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں
حکمت قرآنیاں را ہم بخواں!

ارسطو کی منطق، ابن رشد کے ذریعے سے ترجمہ ہو کر ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ابن سینا، فارابی، کندی یہ سب ان کے غلام اس کی شرحیں لکھتے رہے۔ مولانا روم کہتے ہیں کہ کب تک یونانیوں کی حکمت پڑھتے رہو گے۔ قرآن کی حکمت سیکھو، اِس کو حکمت کا ذریعہ بناؤ۔

دوسری حکمت تشریعی یا حکمت تفصیلی ہے۔ اسی کا دوسرا نام حکمت فروعی، یعنی حکمت احکام بھی ہے۔ اس کا تعلق احکامات کی علت کے فہم سے ہے۔ اللہ نے ایک حکم دیا ہے، تو یہ حکم کیوں دیا؟ فلاں چیز اُس نے کیوں فرض کی ہے؟ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے۔ کسی حکیم ہستی کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ نے جو حکم دیا ہے وہ یقیناً مبنی برحکمت ہے، مگر یہ حکمت کیا ہے۔ اگر آپ اُس کی حکمت سمجھ لیں گے تو اس پر عمل کرنا آسان ہوجائے گا۔ حکم تو آپ کو ماننا ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ جب آپ مومن ہیں، آپ نے اللہ کو مانا ہے تو اس کا حکم بھی ماننا پڑے گا۔ لیکن اگر اس کی حکمت سمجھ میں آجائے، تو اس حکم پر عمل کے لیے آپ کا سینہ کھل جائے گا۔ اس کو قبول کرنے کے لیے ذہن بیدار ہو جائے گا۔ طبیعت میں آمادگی پیدا ہوجائے گی۔ اسلام میں کچھ احکام ہیں۔ یہ کرو، یہ نہ کرو، اور کچھ چیزوں سے روکا گیا ہے۔ یہ اوامر و نواہی یونہی نہیں دے دیئے گئے بلکہ یہ حکیمانہ ہیں۔ خدا کے بندو جس چیز سے تمہیں روکا گیا ہے۔ تمہارے بھلے کو روکا گیا ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ فرض کریں، آپ مری جارہے ہیں۔ آپ سڑک پر سے پہاڑی پر چڑھتے ہیں تو یہ آپ کو جگہ جگہ سگنل دکھائی دیتے ہیں، جن میں آپ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنی رفتار کم کرو، آگے موڑ آرہا ہے۔ ظاہر ہے، آپ ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ ہمیں تیز رفتاری سے کوئی نہیں روک سکتا، ہم اپنی مرضی سے ڈرائیو کریں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ تیز رفتاری سے تمہارے ہی فائدے کے لیے روکا جارہا ہے۔ کیونکہ موڑ کے ساتھ گہری کھائی ہے۔ اگر رفتار کم نہیں کرو گے تو گہری کھائی میں گر پڑو گے۔ اسی طرح کا معاملہ شرعی احکام اور پابندیوں کا ہے۔ شریعت ہمارے اپنے فائدے کے لیے دی گئی ہے۔ اس پر چلنے سے ہماری شخصیت کی تعمیر ہوگی، خودی کو تقویت ملے گی۔ حکمت دین کے حوالے سے امام الہند شاہ ولی اللہؒ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' بہت ہی جامع ہے، جو اس حوالے سے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا ابتدائی حصہ حکمت اصولی سے متعلق ہے۔ اس میں مجھے کہیں کہیں ان سے اختلاف ہے۔ لیکن جو حصہ حکمت الاحکام کا ہے میں سمجھتا ہوں کہ واقعتاً ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

حکمت و احکام کو جمع کرنے سے ہی نظام بنتے ہیں۔ مثلاً یہ سیاسی نظام ہوگا۔ یہ معاشرتی نظام ہوگا، یہ معاشی نظام ہوگا، ورنہ نظام قرآن حکیم میں لکھا ہوا کہیں نہیں ہے۔ قرآن میں احکام ہیں، بتا دیا گیا کہ یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ اوامر ہیں، یہ نواہی ہیں۔ ہم انہی کے حوالے سے اپنا نظام بنائیں گے کہ ہمارا معاشی نظام یہ بنتا ہے۔ گویا لا اینڈ سوشل سائنسز دونوں کی بنیاد حکمت تفصیلی ہے۔

حکمت درحقیقت تعلیم و تربیت محمدی کا درجۂ خصوصی ہے۔ حکمت کا ہر شخص اہل نہیں ہوتا۔ عرب قوم کا بھی یہی معاملہ تھا۔ وہ بحیثیت مجموعی حکمت کی اہل نہیں تھی۔ اسی لیے حضور ﷺ نے سلمان فارسی ؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ حکمت چاہے ثریا پر بھی ہوگی اس کی قوم کا کوئی شخص اس کو لے آئے گا۔ گمان یہی ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت امام ابوحنیفہ کے لیے ہے۔ عرب فلسفی اور منطقی نہیں تھے۔ اگرچہ حضور ﷺ کے ساتھیوں میں سے کچھ ایسے ضرور تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی، مگر بحیثیت مجموعی عرب قوم کا مزاج فلسفیانہ اور حکمت والا نہیں تھا۔ اُن کی پہچان کچھ اور چیزیں تھیں۔ ان میں عمل کا مادہ اور جوش و جذبہ پایا جاتا تھا۔ ایک بات مان لی ہے تو اب اُس کے لیے جان دے دیں گے۔ زبان دے دی ہے تو اب وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ مہمان آگیا تو خود بھوکے رہ جائیں گے، مگر اس کو کھلائیں گے۔ باپ کے قاتل نے بھی آکر پناہ مانگ لی ہے تو، پھر اُسے کچھ نہیں کہیں گے۔ اگر اُسے حرم میں دیکھ لیا، پھر بھی کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ سادہ سلیم الفطرت لوگ تھے۔ لہٰذا قرآن کی دعوت ان کے دل میں جا کر لگ گئی۔ ایرانی فلسفی تھے، یونانی فلسفی تھے، چینی فلسفی تھے، اسی طرح ہم ہندی بھی فلسفی تھے۔ امت کی بدقسمتی یہ ہوئی ہے کہ قرآن مجید بہت جلد پس منظر میں چلا گیا۔

حضور ﷺ کے زمانے میں اہل ایمان کے ہاں دو ہی چیزیں تھیں۔ اُن کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ قرآن سے ایمان بنتا تھا اور ایمان سے جہاد اُبھرتا تھا۔ بعد میں جب بڑی بڑی حکومتیں قائم ہوگئیں تو زیادہ اہمیت قانون کی ہوگئی۔ اب جہاد کا مطلب غلبہ اسلام کی بجائے سلطنتوں کا دفاع یا مزید علاقے فتح کرکے اپنی حکومتیں بڑھانا رہ گیا۔ دوسرے، علم کے میدان میں قرآن پیچھے رہ گیا جبکہ حدیث اور فقہ آگے آگئے۔ یوں بتدریج قرآن نگاہوں سے اوجھل ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید صرف حصول ثواب یا ایصال ثواب کا ذریعہ بن کر رہ گیا۔ ہندیوں کی خاص طور پر بدقسمتی یہ بھی ہوئی ہے کہ اسلام عرب سے نکلا، وہ مغرب کی جانب گیا تو اس نے فلسطین کراس کیا، اور مصر، لیبیا سے ہوتے ہوئے موریطانیہ تک جا پہنچا۔ یہاں کلچر کا خلا تھا۔ کوئی تہذیب تھی، نہ کوئی تمدن اور نہ ہی کوئی زبان تھی۔ لہٰذا عربی زبان اور عرب کلچر شمالی افریقہ پر چھا گیا۔ عربی زبان اور تہذیب نے مقامی زبانوں کو اپنے اندر جذب کرلیا۔ بربر زبان اور تہذیب اُس کے آگے سرنگوں ہوگئیں۔ اس کے برعکس جب اسلام مشرق کی طرف چلا تو اُس کے لیے سب سے پہلے لوہے کا چنا ایران ثابت ہوا۔ ایران میں فلسفہ، زبان اور ادب ہر شے موجود تھی۔ لہٰذا یہاں عربی تہذیب و تمدن ایرانی زبان و تہذیب کے دلدل میں پھنس گئی۔ پھر اسلام جتنا بھی آگے گیا، وہ فارسی زبان کے ذریعے سے گیا۔ اس پر عجمی فکر و تہذیب نے اثرات چھوڑے۔ ہندوستان میں بھی جتنے عرصے مسلمان حکمران رہے، ہماری عدالتی زبان فارسی تھی، عربی نہیں تھی۔ اگر ہماری زبان عربی ہوتی تو ہمارے حالات بھی مختلف ہوتے۔ ہم قرآن سے دور نہ ہوتے۔ اس صورتحال میں علامہ اقبال یا شیخ الہندؒ کی جو تشخیص تھی کہ مسلمانوں کو

قرآن سے جوڑنا چاہیے، میں نے اُسی کو اپنی دعوت کی بنیاد بنایا۔ اقبال نے کہا تھا ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

زوال اسلام کی اصل وجہ قرآن مجید سے ہماری دوری ہے۔ قرآن پر بادشاہوں نے پردے ڈالے۔ خود علماء نے قرآن پر پردے ڈالے، اس لیے کہ عوام اگر قرآن پڑھیں گے تو ہمیں اس کی روشنی میں جانچیں گے۔ انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کردار تو وہ نہیں ہے، جو قرآن پیش کر رہا ہے۔ لہٰذا انہیں قرآن سے دور ہی رہنے دو ؎

ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

جب قرآن کا فلسفہ اور حکمت ختم ہوئی تو فلسفہ یونان آ گیا ہے اور اس کے ڈنکے بجنے لگے۔ اب وہی شخص پڑھا لکھا شمار ہونے لگا جو فلسفۂ یونان کا جاننے والا تھا، خواہ وہ حقیقت پسندی (realism) ہو یا مثالیت پسندی (Idealism)۔ یہ ہے اصل میں وہ حادثہ جو ہمارے ساتھ ہوا۔ اقبال وہ شخص ہے کہ جس نے مسلمانوں نے بتایا کہ تمہاری ذلت ورسوائی کا سبب قرآن کو ترک کر دینا ہے۔ اگر سربلندی اور کامرانی چاہتے ہو تو تمہیں قرآن کو تھامنا ہوگا۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن
خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندئی
در بغل داری کتاب زندئی

میں نے رجوع الی القرآن کی تحریک برپا کرنے میں پچاس برس یونہی نہیں بسر کیے، علی وجہ البصیرۃ بسر کیے ہیں۔ یہ میرا پیشہ نہیں تھا۔ میں کسی دار العلوم سے فارغ التحصیل نہیں تھا۔ میرا درس کوئی روایتی درس نہیں تھا۔ اس کے ذریعے لوگوں کو قرآن مجید کی طرف اور فرائض دینی کی جانب متوجہ کرنا مقصود تھا۔ میں شعوری طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ احیائے اسلام کا عظیم مشن دعوت قرآنی ہی کے ذریعے انجام پائے گا۔

حکمت تعلیم و تربیت محمدیؐ کا خصوصی درجہ ہے۔ تربیت ہی کا ایک حصہ تنظیم ہے۔ انقلابی جماعت جب تک منظم نہ ہوگی، اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکے گی۔ انقلابی جماعت کی تنظیم فوج کی طرح ہونی چاہیے۔ فوج میں یہی ہوتا ہے کہ حکم ماننا ہے اور بس! اگر کوئی سپاہی اپنے افسر سے پوچھے جناب پہلے مجھے بتایئے کہ آپ یہ حکم کیوں دے رہے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟ تو ایسی فوج ہرگز فوج نہیں کہلائے گی۔ انقلابی کارکنوں کا کام بھی یہی ہے کہ انہیں بہرصورت حکم ماننا ہے، اس لیے کہ انہیں انقلاب لانا ہے، سٹیٹس کو ختم کرنا ہے۔ رائج الوقت نظام کو تحفظ دینے والے اوپر بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ نظام کے بچاؤ کے لیے ہر حربہ اختیار کریں گے، فوج کو استعمال کریں گے، طاقت کا بے رحمانہ استعمال ہوگا۔ اگر اُن کا مقابلہ کرنا ہے تو انقلابیوں میں فوج کا سا ڈسپلن ہونا ضروری ہے۔ اگر اُن میں ملٹری ڈسپلن نہیں ہوگا تو وہ انقلابی عمل کی طرف آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ قرآن مجید نے اسی کو سمع و طاعت کہا ہے۔ انقلابی کارکنوں کا کام listen and obey ہے۔ اس ضمن میں مجھے وہ نظم بہت پسند ہے جو امریکہ میں خانہ جنگی کے دوران پیش آنے والے ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ چھ سو سواروں کا ایک دستہ تھا۔ اسے حکم دیا گیا کہ Charge of the light brigade یعنی لائٹ بریگیڈ پر حملہ کر دو۔ انہیں معلوم تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، مگر انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

Cannon to right of them,
Cannon to left of them,
Cannon in front of them,
Vollyed and thundered
Theirs not to make reply.
Theirs not to reason why.
Theirs but to do and die.
So into the valley of death
Died the six hundred

یقینی طور پر سامنے موت نظر آ رہی تھی، مگر چھ سواروں کے دستے نے حکم مانا۔ یہ نہ کہا کہ ہمیں موت کے منہ میں کیوں دھکیلا جا رہا ہے۔ اس اقدام کے نتیجے میں وہ چھ سو کے چھ سو قتل ہو گئے۔ آرمی تو اس ڈسپلن کا نام ہے۔ یہی انداز انقلابی جماعت کا ہونا چاہیے۔ اس نظم جماعت کے لیے قرآن مجید نے سمع و طاعت کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ (جاری ہے)

[مرتب: ابو اکرام]

بقیہ: غزوۂ تبوک اور ناموافق حالات

ہے، جو سات افراد تھے۔

ایک طرف جہاد کے جذبہ سے سرشار یہ لوگ تھے اور دوسری وہ بھی تھے جو ایسے نازک مرحلے پر عدم شرکت کے لیے اجازت طلب کر رہے تھے۔ طرح طرح کے بہانے تراش رہے تھے۔ جھوٹ سے کام لے رہے تھے۔ ایسا موقع تو سر دھڑ کی بازی لگانے کا تھا لیکن یہ بدبخت جنگ سے فرار ہو رہے تھے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۝﴾ (التوبۃ:49)

"اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجیے اور آفت میں نہ ڈالیے۔ دیکھو، یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔"

گویا اس موقع پر جہاد سے اعراض کرنا ہی آفت اور تباہی میں مبتلا ہونا ہے۔

جب اسلامی لشکر جمع ہو گیا تو شام کی طرف روانہ ہوا۔ یہ لشکر صحرا کو چیرتا ہوا تبوک پہنچ گیا۔ یہ بہت طویل سفر تھا۔ قرآن حکیم میں ہے اگر فائدہ جلد ملنے والا اور سفر میانہ ہوتا تو ضرور تیرے پیچھے یہ (منافقین) بھی ہو لیتے لیکن مشقت سفر انہیں بہت دور کا معلوم ہوا۔ مسلمان لشکر تبوک پہنچا تو دیکھا کہ رومی لشکر موجود نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے وہاں بیس روز تک قیام فرمایا۔ اور رومیوں کے تعاقب میں ان کے گھروں اور آبادیوں کی طرف نہ بڑھے بلکہ صرف ان کی سرحدوں پر قیام فرمایا۔ انہیں جنگ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی طرح وقت کی سپر پاور پر بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس پوری جنگی مہم (تبوک کی مہم کو غزوۂ تبوک کا نام تو دیا جاتا ہے لیکن عملاً لڑائی کی نوبت نہیں آئی) پر نظر ڈالیں تو ایک بھی پہلو ایسا نہیں ہے جو مسلمانوں کے لیے جنگ کرنے کے موافق ہو لیکن ان ناموافق حالات میں بھی آپ پیش قدمی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایٹمی قوت ہونے کے باوجود دشمن کی جارحیت کو روکنے کے لیے بے بس نظر آتے ہیں، بلکہ دشمن کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اپنے ہی مسلمان بھائیوں پر دہشت گرد کا لیبل لگا رہے ہیں۔

خصوصی رپورٹ

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم لاہور میں

حرمتِ قرآن سیمینار

کی مختصر روداد

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی زیر صدارت ہونے والے سیمینار سے سید منور حسن (امیر جماعت اسلامی)، پروفیسر حافظ محمد سعید (امیر جماعۃ الدعوۃ)، ڈاکٹر عارف رشید (ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن) اور جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے خطاب کیا

رپورٹ: وسیم احمد

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 8 مئی 2011ء کو قرآن آڈیٹوریم گارڈن ٹاؤن لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی زیر صدارت ''حرمتِ قرآن سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا جس میں جماعتِ اسلامی کے امیر جناب سید منور حسن، پروفیسر حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوۃ، جسٹس (ر) نذیر احمد غازی، ڈاکٹر عارف رشید ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن، لاہور نے خطاب فرمایا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت قاری احمد ہاشمی نے حاصل کی۔

پروگرام کے پہلے مقرر ڈاکٹر عارف رشید تھے، جن کی حیثیت پروگرام کے میزبان کی بھی تھی۔ انھوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کفار قرآن حکیم کی ظاہری جبکہ ہم قرآن کی معنوی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ قرآن کی آیات تلاوت کرتے وقت ہمارا قلب و ذہن ان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے تو ہم جھوم جاتے ہیں، لیکن من حیث القوم امت مسلمہ کا طرزِ عمل، طرزِ زندگی، سیرت و کردار نبی اکرم ﷺ کے رنگ میں رنگا ہوا نظر نہیں آتا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں جس نے قرآن کی حرام کردہ شے کو اپنے لیے حلال اور جائز قرار دیا۔ اگر ہم غور کریں تو اس حدیث مبارکہ میں ہمیں اپنے آپ کو پرکھنے کی کسوٹی ملتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہماری دنیوی واخروی فلاح کا تقاضا ہے کہ ہم پاکستان میں اللہ کے دین کو قائم و نافذ کریں۔

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حرمتِ قرآن کے حوالے سے پوری امتِ مسلمہ بے حسی کا شکار ہے۔ قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں یہودی ایک خفیہ ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ وہ قرآن پر مسلمانوں کا ایمان متزلزل کرنے کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں۔ دین اسلام کو اصل نقصان ہمارے حکمرانوں نے پہنچایا ہے۔ کفار کی سازش سمجھنے کے لیے اعلیٰ بصیرت کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اسلام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔ ہمارا کردار دیکھ کر دنیا ہم سے متاثر نہیں ہوتی۔ قرآنی حکم ہے کہ امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہیں۔ جب تک ہم قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ ہم نے قرآن کو اپنے سینوں میں تو محفوظ کر لیا لیکن اِسے عملی زندگی میں محفوظ کرنے کا تقاضا پورا نہ کر سکے۔ اگر ہم نے قرآن کی حفاظت نہ کی تو ہم قیامت کے دن رسول عربی ﷺ کو کیا جواب دیں گے۔ ہمیں اپنے دلوں میں غیرت دینی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی اصل سے کٹ چکے ہیں۔ پاکستانی قوم کو بیدار ہونا ہوگا۔ اس حوالے سے اپنے حکمرانوں سے امید رکھنا عبث ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ہیرو پرویز مشرف نہیں، حضرت خالد بن ولیدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور محمد بن قاسم ہیں۔ پاکستان کا مقدر تب بدلے گا، جب ہم سچے لوگوں کا ساتھ دیں گے۔

امیر جماعت اسلامی سید منور حسن نے اپنے خطاب میں کہا کہ قرآن کو نذرِ آتش کرنے کا واقعہ امتِ مسلمہ کو اشتعال دلانے کی سازش ہے۔ قرآن غلبے کے لیے نازل ہوا تھا لیکن ہم بحیثیت قوم غلبہ دین کا نبوی مشن بھول چکے ہیں، اور ہمارے حکمران دین کو مغلوب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان معاشرے

> کفار قرآن حکیم کی ظاہری جبکہ ہم قرآن کی معنوی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں
> (ڈاکٹر عارف رشید)
>
> ہم نے قرآن کو اپنے سینوں میں تو محفوظ کر لیا لیکن اِسے عملی زندگی میں محفوظ کرنے کا تقاضا پورا نہ کر سکے۔ (جسٹس (ر) نذیر احمد غازی)

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ سیمینار سے سید منور حسن، پروفیسر حافظ محمد سعید، حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر عارف رشید، جسٹس نذیر احمد غازی اور ایوب بیگ مرزا خطاب کر رہے ہیں

میں بیداری کی تحریکیں موجود ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہماری حکومت اور فوج نے اسامہ بن لادن کے معاملے میں قوم کو اعتماد میں نہ لے کر ذلت کی انتہا کر دی۔ اسامہ بن لادن ظلم اور جارحیت کے طوفانوں کے سامنے

> قرآن غلبے کے لیے نازل ہوا تھا لیکن ہم بحیثیت قوم غلبہ دین کا نبوی مشن بھول چکے ہیں۔ اُسامہ ایک شخص نہیں تحریک کا نام ہے۔ اس کے خون کے ایک ایک قطرے سے کئی اُسامہ پیدا ہوں گے۔ (سید منور حسن)
>
> پاکستان کو پہلے ڈرون حملے کے وقت نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے علیحدہ ہو جانا چاہیے تھا۔ طالبان پہلے دن سے ایک مؤقف پر ہونے کی بنا پر افغانستان عزت اور وقار کی علامت بن کر دنیا کے سامنے کھڑے ہیں (پروفیسر حافظ محمد سعید)

مزاحمت کی علامت ہے۔ اُسامہ ایک شخص نہیں، تحریک کا نام ہے۔ اس کے خون کے ایک ایک قطرے سے کئی اُسامہ پیدا ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت ہر شعبے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے، اور معاشرے میں خیر اور بھلائی کے تمام کام پرائیویٹ سیکٹر انجام دیتا ہے۔ اگر فریضۂ جہاد کی ذمہ داری بھی پرائیویٹ سیکٹر ادا کرے تو پھر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے؟ قرآن اور اسلام اول و آخر سیاسی ہیں۔ سیاست کو اسلام سے ہرگز علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ لاکھوں ٹن بارود افغانستان میں گرانے اور کشمیر میں سات لاکھ بھارتی فوج کے ظلم ڈھانے کے باوجود مجاہدین اسلام کی آواز کو نہیں دبا سکا، تو یہ سرفروشانِ اسلام کے اللہ اور آخرت پر پختہ ایمان و یقین کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے عوام پہلے حکمرانوں کو جھولیاں بھر کر ووٹ دیتے ہیں اور پھر پانچ سال جھولیاں پھیلا کر بد دعائیں دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جو حکمران سپریم کورٹ اور پارلیمنٹ کے فیصلوں کو نہیں مانتے، وہ جمہوریت کے علمبردار کیسے ہو سکتے ہیں؟

امیر جماعت الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کے پادری ٹیری جونز نے فلوریڈا میں قرآن پاک کی بے حرمتی کر کے ایک انتہائی گھناؤنی جسارت کی ہے۔ جس سے پوری امتِ مسلمہ میں ایک شدید درد اور احساس زیاں پیدا ہوا ہے۔ ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تعلق اور امتِ مسلمہ میں اتحاد کا احساس پیدا کرنا قرآنِ پاک کا نہایت اہم موضوع ہے۔ آیئے، اس حوالے سے معروضی حالات اور میڈیا کی خبروں سے لاتعلق ہو کر جائزہ لیں کہ قرآن حکیم میں ہمارے لیے راہنمائی کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اُن کے حقوق ہر طرف غصب ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جہاد کی موت میں زندگی ہے اور جہاد کے بغیر زندگی موت ہے۔ اسامہ بن لادن کی جدوجہد نے مجاہدین اسلام کو حوصلہ دیا ہے۔ اسامہ مرا نہیں زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اس لیے کہ اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ شہید مرتے ہی نہیں۔ شہید اسامہ امریکہ کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ یہ وقت صدمے سے نڈھال ہو کر بیٹھنے کا نہیں ہے، بلکہ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ قرآن پاک کی ان آیات کو اپنا موضوع درس بنائیں، جس امتِ مسلمہ جسد واحد کی مانند متحد ہو کر دین متین کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کو پہلے ڈرون حملے کے وقت نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے علیحدہ ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر ہمارے حکمران امریکہ کو جارح قرار دے کر شیطانی اتحاد سے چھٹکارا حاصل کریں تو عوام اور دنیائے اسلام ہمارے ساتھ کھڑی ہوگی۔ امریکہ اور اس کے اتحادی آج شکست تسلیم کر رہے ہیں۔ طالبان پہلے دن سے ایک مؤقف پر ہونے کی بنا پر قائم ہیں۔ آج طالبان افغانستان عزت اور وقار کی علامت بن کر دنیا کے سامنے کھڑے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد کفر افغانستان سے ہی نہیں پوری دنیا سے سمٹ جائے گا۔

پروگرام کے آخر میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ انھوں نے اپنے خطبے میں سب سے پہلے سیمینار میں مہمان مقررین کی شرکت پر ان کا خصوصی شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے اس پروگرام میں شریک ہو کر حاضرین کو اپنے افکار عالیہ سے نوازا۔ انھوں نے کہا کہ صلیبی جنونی ٹیری جونز نے قرآن جلا کر حد درجہ گھناؤنی شیطانی حرکت کی ہے۔ اس پر غم و غصہ اور احتجاج تو کم از کم ایمانی تقاضا ہے، جو یقیناً ہونا چاہیے۔ البتہ ہم مسلمانوں کو قرآن کے تعلق سے اپنی غفلت اور مجرمانہ روش پر بھی غور کرنا چاہیے۔ قرآن کے احکامات اور تعلیمات کو ترک کر کے بلکہ عملاً اُس سے بغاوت کا رویہ اپنا کر ہم خود قرآن کی معنوی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ حرمتِ قرآن کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ اپنا معاملہ درست کریں، قرآن کو مضبوطی سے تھامیں اور اپنی زندگیوں کو اس کے سانچے میں ڈھالیں، کیونکہ قرآن ہی اتحاد امت کی بنیاد ہے۔ اُمت محمدیہ کو پوری دنیا میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مشن دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم دین کے غلبہ واقامت کے لیے متحد ہو کر جدوجہد کریں گے تو پھر ہی اللہ کی طرف سے مدد آئے گی۔ انھوں نے کہا کہ اسامہ بن لادن کی شہادت سانحہ نہیں اعزاز ہے۔ اسامہ کے طرزِ عمل سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار ہوا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ حقیقت میں حق وباطل کے خلاف تاریخ انسانی کا انتہائی غیر متوازن معرکہ ہے، جس میں طالبان افغانستان اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں تاخیر اور امریکہ کا اتحادی بننا اللہ سے بغاوت اور غداری کی انتہا ہے۔ گزشتہ 64 سالوں میں ہمارے حکمرانوں نے اللہ کے غضب کو بھڑکانے والے اقدامات کیے ہیں۔ حرمتِ قرآن کا تقاضا ہے کہ ہم اس روش سے باز آئیں اور انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں قرآن کے ساتھ اپنا تعلق استوار کریں۔

> حرمتِ قرآن کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ اپنا تعلق درست کریں، قرآن کو مضبوطی سے تھامیں اور اپنی زندگیوں کو اس کے سانچے میں ڈھالیں دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ حقیقت میں حق و باطل کے خلاف تاریخ انسانی کا انتہائی غیر متوازن معرکہ ہے۔ (حافظ عاکف سعید)

نمازِ ظہر سے قبل حافظ محمد سعید کی اختتامی دعا پر یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

نکلنے کا راستہ

عامرہ احسان

افغانستان کے لیے جو گڑھا ہم نے نائن الیون کے معاً بعد کھودا تھا' وہ اب ہمارے سامنے ہے۔امریکہ اتنے سال گاجر ڈنڈا (Carrot and Stick) پالیسی کے تحت اپنا کام نکالتا رہا۔اب کچھ عرصے سے وہ کیری اور ڈنڈا (Kerry and Stick) پالیسی بن گئی ہے۔ جان کیری کی کارکردگی ریمنڈ ڈیوس کے حوالے سے ہم دیکھ اور بھگت چکے ہیں۔ یہ وہ روڈ رولر ہے جو ہر مرتبہ پاکستان کی خودمختاری پر پھرتا ہے۔

ابھی ہفتہ عشرہ پہلے کیری نے کہا: پاکستان میں جوہری توانائی کے اضافے پر تشویش ہے۔اس دوران مزید ہوش گم کن خبریں برطانیہ کے سنڈے ایکسپریس نے اتوار 15 مئی کو لگائی ہیں۔جس کے مطابق پاکستان کی اہم ایٹمی تنصیبات پر اترنے کے لیے امریکی چھاتہ بردار فوج کے پلان کو سبز بتی دکھا دی گئی ہے۔ باراک اوباما نے اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا ہے کہ پاکستان میں امریکی فوجی اتارے رتعینات کئے جاسکتے ہیں، اگر وہ قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری جانیں! ان کی 'قومی سلامتی کے تحفظ' کو تو کبھی بھی، کہیں بھی دورہ پڑسکتا ہے۔ ہماری ایٹمی تنصیبات اب امریکہ کی ترجیح اوّل ہے۔اس کے لیے رپورٹ کے مطابق سرگودھا ایئربیس جو ہمارے ایٹمی میزائلوں اور انہیں لے جانے کی صلاحیت سے لیس F-16 کا مرکز ہے، اس پر صدر باراک اوباما کسی بھی وقت جب وہ سمجھیں کہ دہشت گردوں سے خطرہ لاحق ہے، چھاتہ بردار اتارنے کا حکم دے دیں گے۔اس کے لیے انہیں صدر زرداری کی رضامندی بھی درکار نہیں ہوگی۔ایک جانب یہ پوری رپورٹ ہے جس کی پینٹاگون نے تردید کرنے سے انکار کیا ہے۔ یہ بھی پیشگی واضح کیا ہے کہ ہمارے لئے امریکی مفادات کا تحفظ کسی ملک کی خودمختاری سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔اس کا عملی اظہار بھی فوراً ہو گیا۔ جان کیری کی موجودگی اور دھمکی بھری زبان کے ساتھ ساتھ دو ڈرون حملوں سے 15 شہادتیں اور نیٹو ہیلی کاپٹروں کی فائرنگ سے 2 اہلکاروں کا زد میں آنا بھی ڈنکے کی چوٹ پر ہوا تھا۔ پارلیمنٹ قراردادیں پاس کرتی رہے۔ ڈرون حملوں کے چوبیس گھنٹے بعد تک بھی مکمل خاموشی حکومت پر طاری اس کی اوقات کا پتہ دے رہی ہے۔ کیری کی آمد ورفت ہی پر بس نہیں، اس کے بعد بھی ایک لائن لگی ہے آنیوں جانیوں کی جن کا حال یہ ہے

وقت ساری زندگی میں دو ہی گزرے ہیں کٹھن
اک ترے آنے سے پہلے، اک ترے جانے کے بعد

اس کے بعد دھمکانے کی باری ہے امریکی ایلچی گراس مین کی، جو ہمیں گھاس چرنے تنہا نہیں بلکہ سی آئی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے ہمراہ آئے گا اور پھر اللہ خیر کرے، ہمیں بچائے، محفوظ رکھے تو ہیلری کلنٹن کی باری لگی ہے۔ جناب راہیں تمام مسدود نظر آرہی ہیں۔صرف ایک دروازہ کھلا ہے اگر نکلنے کی خواہش ہو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف، میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود، میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔(الذاریات 50،51) امریکہ کی خدائی کا انکار کر کے اللہ کی طرف لوٹیں ورنہ آثار مکمل ہیں، تباہی کے سوا کچھ نہیں (عیاذاً باللہ)۔ جس امریکہ کی خدائی پر ایمان لا کر دس سال ہم نے کھے کھائی ہے، جسے ہم حفاظت، رزق اور رحمت کی جھتری بنا بیٹھے تھے اب چھاتہ برداروں کی صورت 'یوم الظلۃ' کا عذاب سر پر کھڑا ہے۔قوم شعیبؑ اللہ کو بھلا کر ہٹ دھرمی کی آخری انتہاؤں کو پہنچی۔ بادل گھر گھر کر سائبان، چھتری کی طرح آئے۔قوم خوشی خوشی بارش، رحمت سمجھ کر لپکی۔مگر وہ تو سائبان والے، چھتری والے دن کا عذاب تھا۔اب وہ چھاتہ بردار اتریں گے۔آپ سے اجازت بھی نہ مانگیں گے اور اس ملک کا آخری اثاثہ داؤ پر لگ جائے گا خدانخواستہ! اتنے سال حکمرانوں نے عوام سے امریکہ کے خوف کی سیاست کھیلی۔اب اس خوف کو اتار پھینکنے کا وقت آ گیا ہے۔اب یا کبھی نہیں۔ Now or Never۔

وقت آخر تو برے، بروں کو اللہ یاد آجاتا ہے۔کیا ہم اتنے برے ہو چکے ہیں کہ اب بھی یاد کرنے کو تیار نہیں......؟ علماء آگے بڑھیں۔ اگر ایوب خان جیسا حکمران 65ء میں کلمہ پڑھ کر للکار دے سکتا ہے تو کیا ہم، ہمارے حکمران بلند آہنگ لا الٰہ کہہ کر امریکہ کا سر توڑنے پر قادر نہیں......؟ لا الٰہ ضرب است و ضرب کاری است! اور جناب ہمارے پاس ایٹم بم ہے۔ جہاد کی پکار اس سے بھی بڑا بم ہے۔ ذرا دے کر تو دیکھئے۔تکبیر پر شیطان کی طرح گرز مارتا نہ دوڑا تو کہیے گا! جہاد اور شہادت (حقیقی!) مردہ قوم میں زندگی کی تازگی دوڑا دے گی۔امریکہ پر بہت جانیں قربان کر لیں۔اب پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا کر (کیری آپ کو محمد علی جناح پڑھا کر گیا ہے۔ذرا اسے پتہ تو چلے جناح کا پاکستان اصلاً ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ...... اتحاد و تنظیم کا پاکستان ہے) اللہ کے نام پر حیات جاوداں پانے کا حوصلہ پیدا کیجئے۔شہادت میں زندگی ہے! این آر او والے حکمران یا قوم کی زبان سیکھ لیں، سمجھ لیں یا جا بیٹھیں امریکہ، فرانس کی گود میں۔ قیادتیں سمجھ لیں بھارت دشمنی ہی کی طرح امریکہ دشمنی ہی میں ہماری زندگی ہے۔ہم نے دونوں سانپوں کو دودھ کے مٹکے پلا پلا کر دیکھ لیا۔یہ ہمارے ازلی ابدی دشمن ہیں۔اللہ سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہوگی) ہر آنے والے دن کے ساتھ قوم سے غداریاں، ہماری نظروں سے اوجھل سودے بازیاں سامنے آرہی ہیں۔چینی کھاتے بچے کی طرح جب یہ رنگے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں۔ہاہ، ہاہ، ہاہ شمسی بیس تو متحدہ امارات کو دے دی تھی! قوم دم بخود ہے! سیلاب آیا تو راز اگلا۔جیکب آباد ایئربیس پر امریکی ہیں۔سیلاب کا رخ پھیرنا پڑا۔ پھر جھوٹ سچ بولے۔ان کا ہاتھ نہ روکا تو ملک کا جغرافیہ بدل چکا ہوگا، خدانخواستہ۔امریکہ کے لیے سچے ہونے

اور قربانیاں دینے کے تو ہم اندر کے گواہ ہیں! امریکہ کہتا ہے انہیں پتہ تھا اسامہ کہاں ہے۔ انہیں ہرگز نہیں پتہ تھا۔ یہ تو واہمے کی بنیاد پر ہر امریکہ دشمن، ہر امریکہ مخالف کے در پے آزار رہتے ہیں۔ عورت، مسلم معاشرے کی سب سے معزز ہستی، امریکی عورت والا معاملہ نہیں ہے۔ یہاں جو بنیان پہن کر بل بورڈ پر چڑھ بیٹھتی ہے، ہمارے ہاں عورت کے لیے ماں اور بہن کا استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ اس گئے گزرے دور میں بھی واجب الاحترام ہوتی ہے۔

امریکہ کی محبت کی شدت دیکھنی ہو تو ڈاکٹر عافیہ کا حال دیکھ لو۔ سب سے قیمتی متاع بیٹی تم پر وار دی! وہم کی بنیاد پر، امریکہ مخالفت کی وجہ سے ہماری اسلام پسند عمر رسیدہ خواتین تک کی جان کو آ لیتی ہیں۔ کسی کی مجال کوئی امریکہ کے مفادات کو میلی آنکھ سے دیکھے! امریکہ میں تم نے 76 سالہ بوڑھے کو طالبان کی مدد کے شبہے میں گرفتار کیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ان ضعیف بابا جی کی معزز بیٹی اور کم عمر نواسے کو یہاں محصور کر دیا! اور کتنی وفا مانگتے ہو؟ حد ہو گئی ہے حد! پارلیمنٹ کی قرارداد، قوم کی شدید ناراضی کا منہ چڑاتے ہوئے ڈرون حملے کر کے پوچھا ہے۔ 'مُن دس تیرا کی خیال اے؟' خیال درست فرما کر کفر کی سپلائی لائن کاٹ کر کفاروں کی ادائیگی شروع کریں' ڈرون گرائیں، موت سے پہلے موت نہیں آسکتی، نہ فرد کو نہ قوم کو، قوموں کی زندگی استغفار...... زبانی و عملی سے بڑھ جایا کرتی ہے۔

آئیے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں۔ اللہ کا وعدہ ہے 'جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا (تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ (Exit) پیدا کر دے گا اور اسے اپنے راستے سے رزق دے گا' جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو (الطلاق 2-3) آئی ایم ایف کے بدمعاشوں کی بجائے صرف اللہ کا خوف کر لیجئے۔ رزق کے سارے دہانے بھی کھل جائیں گے۔ ان شاء اللہ! مفلسی ہمہ گیر جاتی رہے گی! (بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

دعوت فکر

کیا یہی مسلمانی ہے؟

خادم انصاری

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسان خواہ دنیا کے کسی بھی گھرانے میں پیدا ہو، وہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے۔ پھر یہ اُس کے والدین ہیں جو اُسے یہودی، مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں کے لیے مفید ہو، دوسروں کے دکھ درد میں اُن کے کام آئے۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو جائے۔ ایک سچا مسلمان اخلاق و کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔ وہ جھوٹ، غیبت، حسد، ظلم و ناانصافی، دوسروں کے حقوق غصب کرنے سے اجتناب کر کے زبان حال سے دنیا کو بتاتا ہے کہ حقیقی مسلمان کون ہوتا ہے اور اُس کی سیرت و کردار کس طرز کی ہوتی ہے۔ ہم جس ملک میں بستے ہیں یہ لا الٰہ الا اللہ کے نعرے کی بنیاد پر لیا گیا۔ یہاں اسلامی طرزِ حیات کی حکمرانی مقصود تھی۔ قرآن حکیم اور اسوۂ سیرت نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے ہمیں انفرادی سطح پر بھی ایک عمدہ انسان بننا تھا، اور اجتماعی طور پر وہ نظام قائم کرنا تھا، جو کل نوع انسانی کو عدل و انصاف فراہم کرے، مگر افسوس کہ ہم اس امتحان میں اب تک ناکام چلے آئے ہیں۔ ہم نے اسلام کا نعرہ تو بہت لگایا، مگر آج تک اِسے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں قائم نہیں کیا، اسی لیے ذلت و رسوائی کا شکار ہیں۔ دنیا میں ہماری کوئی حیثیت نہیں رہی۔ ہماری کوئی وقعت نہیں۔ ہم حرام خوری میں مبتلا ہیں، دنیا پرستی میں مگن ہیں۔ نماز روزے کی پابندی نہیں کرتے۔ سود، بے پردگی و بے حجابی، غیر اللہ کی حاکمیت کے ذریعے اللہ کے قانون سے بغاوت کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ کیا یہی مسلمانی ہے؟ کیا یہی جنت کا راستہ ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لیے تو کہا تھا کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

☆☆☆

خلافت فورم

☆ کیا اُسامہ بن لادن کی ایبٹ آباد اور مجاہدین کی قبائلی علاقوں میں موجودگی ہماری خود مختاری کے لیے چیلنج ہے؟
☆ کیا کسی اسلامی ریاست میں غیر ریاستی عناصر دوسرے ملک کے خلاف اعلان جہاد کر سکتے ہیں؟
☆ امریکہ کو ''نو مور'' کہہ دینا کیا اُس کے خلاف کھلا اعلان جنگ ہے؟
☆ اقتصادی لحاظ سے دیوالیہ پاکستان دنیا میں تنہا کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟
☆ پاکستان میں فرقہ واریت کی موجودگی میں ہم دشمن سے کیونکر نبرد آزما ہو سکتے ہیں؟
☆ دنیا پاکستان کو دہشت گردوں کی Safe heaven قرار دے رہی ہے۔ پاکستان دنیا کا مقابلہ کیسے کرے؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھیے

تجزیہ کار : حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

لاہور: تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کا خصوصی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کا خصوصی پروگرام 16 اپریل 2011ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوا، جس میں خواتین کی شرکت بھرپور رہی۔ پروگرام کا آغاز صبح پونے دس بجے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض نائب ناظمہ حلقہ خواتین محترمہ امۃ المعطی نے ادا کیے۔ ایک رفیقہ تنظیم نے تلاوت کی، جس کے بعد دو بچیوں نے نعتیں پیش کیں۔ بعدازاں نائب ناظمہ نے باری باری تمام معاونات کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی، جنہوں نے اپنے اپنے اُسرے کی رپورٹ کے علاوہ تنظیمی مسائل پر گفتگو کی اور مشوروں سے نوازا۔ معاونات نے اخلاص نیت، وقت کی پابندی، اجتماعات میں شرکت، رپورٹ بروقت پہنچانے اور اپنے گھروں اور خاندانوں میں تنظیمی تعارف کے علاوہ گھریلو اُمور خصوصاً بچوں کی تربیت کے حوالے سے مفید مشورے دیے۔ فوزیہ متین صاحبہ نے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ پر لکھا گیا مضمون پڑھ کر سنایا۔ پروگرام کے دوران نائب ناظمہ صاحبہ نے خواتین سے ٹی وی خصوصاً کیبل کی لعنت کو گھروں سے نکالنے کی تلقین کی، جس کا ایک اہم ہدف نبی اکرم ﷺ اور قرآن کی محبت ہمارے دلوں سے ختم کرنا ہے۔ پونے بارہ بجے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب شروع ہوا۔ انہوں نے دین کے تقاضے عبادت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کے موضوع پر ایمان افروز گفتگو کی۔ ان کا خطاب پونے گھنٹے پر مشتمل تھا۔ پروگرام کے آخری حصے میں امۃ المحصی نے خواتین کے نئے نظام العمل پر روشنی ڈالی اور خواتین کے نصاب کا تفصیلی مطالعہ کروایا اور خواتین سے متعلقہ مسائل اور اشکالات کے جوابات دیے۔ محترمہ سامعہ نے تربیت اولاد پر مفید گفتگو کی۔ آخر میں چند بچیوں نے نظمیں پڑھیں، جس کے دوران تواضع کا سامان تقسیم کیا گیا۔ بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ نے دعا کرائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتبہ: سُمیہ ارشد)

تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے زیر اہتمام تعارفی کیمپ

تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے زیر اہتمام ایک تعارفی کیمپ کا انعقاد ہوا۔ یہ پروگرام کلفٹن کے قریب کیماڑی کے علاقے پدر گراؤنڈ او کھائی کالونی کے KMC اسکول میں ہوا۔ رفقاء تنظیم مقامی امیر کی قیادت میں ساڑھے تین بجے سکول میں جمع ہوئے، اور اُن کی پانچ دعوتی ٹیمیں تشکیل دی گئیں۔ یہ ٹیمیں دعوت کے آداب کی یاددہانی حاصل کرنے کے بعد علاقے میں پھیل گئیں۔ عصر کی نماز سے پہلے دعوتی کام شروع ہوا اور اذانِ مغرب تک جاری رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت حافظ تنزیل الرحمٰن نے حاصل کی۔ اس کے بعد انجینئر حافظ نوید احمد نے ''پاکستان کے مسائل کا حل...... قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے سورۃ البقرۃ آیت 208 اور آیت 85 روشنی میں پاکستان کے موجودہ مسائل کے اسباب اور پھر اصلاح احوال کے طریقہ پر روشنی ڈالی۔ اُنہوں نے دین کے جامع تصور کو اُجاگر کیا اور کہا کہ ہماری پریشانیوں کی وجہ یہ ہے کہ ہم دین پر جزوی عمل پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہے اور ہم آج اُس کی مدد سے محروم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی مدد کے حصول کے لیے اللہ کے دین پر پورا عمل کرنا ہوگا۔ اس کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے خود دین پر عمل کریں اور اپنے گھر والوں کو اس پر عمل کے لیے آمادہ کریں، لوگوں کو دین پر عمل کی دعوت دیں اور پھر اللہ کی زمین پر دین کے اجتماعی احکامات کو نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ زمین اللہ کی ہے اور اس پر نظام بھی اللہ کا ہی ہونا چاہیے۔ البتہ اس کام کے لئے کسی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ فردِ واحد یہ کام نہیں کرسکتا۔ انجینئر نوید احمد نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ تنظیم بیعت کی بنیاد پر قائم ہے اور اس کے امیر حافظ عاکف سعید صاحب ہیں۔ اس کا طریقۂ کار سنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ اس کام میں آپ بھی ہمارا ساتھ دیں تاکہ ہم حکومت کو مجبور کرسکیں کہ وہ پاکستان میں اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔ (رپورٹ: اسد محمود)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی میں شب بیداری پروگرام میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب درس قرآن سے ہوا۔ درس کا موضوع عظمت قرآن تھا۔ یہ درس امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے دیا۔ انہوں نے عظمت قرآن کے موضوع کو سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات کے حوالے سے بیان کیا۔ نماز عشاء سے قبل سیرت رسول ﷺ پر جناب رحمت علی نے بیان کیا۔ نماز عشاء کے بعد جناب سلیم اختر نے فکر آخرت کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ ساڑھے نو بجے جناب شہریار خان نے سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت بیان کی۔ 10 بجے تا 10:45 بجے بانی تنظیم اسلامی کا حقیقت شرک پر خطاب بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا۔ رات کے کھانے کے بعد آرام کا وقفہ کیا گیا۔ 17 رفقاء رات کو اکیڈمی ہی میں ٹھہرے۔ رات کے آخری پہر رفقاء تہجد و انفرادی ذکرواذکار کے لیے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد امیر حمزہ، قیصر بشیر اور محمد یوسف نے مختصر دروس قرآن دیے۔ 6 تا 8 بجے آرام اور ناشتا کا وقفہ کیا گیا۔ 8 بجے کے بعد پروگرام دوبارہ شروع ہوا تو شرکاء کا مفصل تعارف ہوا اور تنظیمی اور دعوتی امور پر مشاورت کی گئی۔ اس کے بعد محمد آصف نے نظام العمل کی وضاحت کی۔ جناب شیراز اختر نے بانی تنظیم اسلامی کے معرکۃ آرا کتابچہ ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام'' کا مطالعہ کرایا۔ اختتامی خطاب امیر مقامی تنظیم اسلامی محمد عرفان بٹ کا تھا۔ مسنون دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید ہمت اور توفیق دے۔ (آمین) (مرتب: رفیق تنظیم)

نیوز آف دی ویک

''ماہر ہو تو ایسا!''

خبر ڈرون حملوں کی جوابدہی صدر اور وزیراعظم سے ہونی چاہیے

نواز شریف

تبصرہ: دونوں نے جواب دے تو دیا۔ وزیراعظم نے امریکہ سے کہا کہ ڈرون حملے جاری رکھو اور ممبران اسمبلی سے کہا آؤ ڈرون حملوں پر شدید احتجاج کریں۔ صدر صاحب فرماتے ہیں کہ ڈرون حملوں سے عوام کے جانی نقصان کا امریکہ کو دُکھ ہوگا مجھے نہیں۔ اسے کہتے ہیں صاف گوئی جو سب کو صاف کردے۔ آصف زرداری تو ہاتھ کی صفائی دکھانے کے بھی بہت بڑے ماہر ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ پانی میں ڈوبتی ہوئی قوم کو چھوڑ کر جب وہ فرانس کے ساحلوں کا خصوصی معائنہ کرنے کے لیے وہاں پہنچے تو فرانس کے ایک غیر ذمہ دار وزیر نے اپنے صدر سے کہا تھا کہ وہ صدر زرداری سے ہاتھ ملانے کے بعد انگلیاں دوبارہ گن لیں۔ ماہر ہو تو ایسا! صدر زرداری کو نواز شریف سے یہ گلہ بھی ہے کہ وہ ابھی تک اُنہیں مسٹر ٹین پرسنٹ ہی کہے جارہے ہیں۔ جبکہ دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔

تونسہ شریف میں اُسرے کا قیام

جنوبی پنجاب کے علاقہ تونسہ شریف میں رفیق تنظیم رضا محمد گجر عرصہ 20 سال سے تنظیم اسلامی کی دعوت کو عام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ وہاں تنظیمی ساتھیوں پر مشتمل جماعت کے دو روزے اور سہ روزے بھی لگوائے۔ موصوف اپنے گھر پر پندرہ روزہ درس قرآن بذریعہ ویڈیو (بانی محترمؒ) کا چلاتے ہیں۔ 10 اپریل کو امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خاکوانی اور نائب امیر حلقہ جام عابد حسین، کوٹ ادو کے رفیق جناب مظہر لیسین اور راقم الحروف تونسہ شریف گئے۔ رضا گجر نے بہت سے رفقاء واحباب کو مدعو کیا ہوا تھا۔ شرکاء کی کثرت تعداد کی بنا پر ان کا مہمان خانہ تنگیٔ داماں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ امیر حلقہ نے قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے مفصل خطاب کیا۔

بعد ازاں شرکاء کو چائے پیش کی گئی۔ اس کے بعد رفقاء کی مجلس میں باقاعدہ اسرہ تونسہ شریف کا قیام عمل میں لایا گیا۔ امیر حلقہ نے رفقاء کے سامنے اجتماعیت کی اہمیت اور جماعتی زندگی میں امیر اور نقیب کی اطاعت کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا۔ اس موقع پر تین اور احباب نے بھی تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اس پروگرام کے خاتمے پر میزبان رفیق کی طرف سے پر تکلف کھانا پیش کیا گیا۔ بوقت ظہر ہم ملتان روانہ ہوئے۔ دوران سفر جام عابد حسین کے ہم جماعت شیخ عبدالغفار کی فلور مل پر ان سے ملاقات کی گئی جو بہت مفید رہی۔

اللہ تعالیٰ رضا گجر اور دوسرے تمام رفقاء کی مساعی اور ایثار و قربانی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

ضرورت رشتہ

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم پوسٹ گریجویٹ کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4540603

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، ایک عمر 26 سال، ڈاکٹر تعلیم (D-Pharm)، الہدیٰ میں زیر تعلیم اور ــــ دوسری عمر 35 سال، تعلیم ایل ایل بی، الہدیٰ میں پڑھاتی ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار حضرات کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-8425208

☆ منڈی بہاؤالدین میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، ایم اے، ایم ایڈ (سپیشل ایجوکیشن) گورنمنٹ ٹیچر کے لیے دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ، خوبصورت خوب سیرت، صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-7554440

☆ سید فیملی سے تعلق رکھنے والے گریڈ 18 کے سرکاری ملازم، اردو سپیکنگ کے لیے دینی مزاج کی حامل کنواری / بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔ (پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے) برائے رابطہ: 0321-4372523

دعائے صحت کی اپیل

نومسلم گلزار احمد صاحب (سابق پادری) دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے (آمین)۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دُعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

- نقیب اسرہ بلال ٹاؤن میانوالی محمد بشیر کے بھائی وفات پا گئے
- نقیب اسرہ محمدی کالونی شرقی تنظیم سرگودھا محمد ریاض کی والدہ وفات پا گئیں
- ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی کے معاون تجمل حسن میر کی والدہ انتقال کر گئیں
- کلیۃ القرآن کے استاد مولانا شفیع اللہ کی دادی صاحبہ رحلت فرما گئیں

اللہ تعالیٰ مرحوم و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك و حاسبھم حسابًا یسیرًا

تعارف و تبصرہ

نام رسالہ: ماہنامہ ضیائے حرم اسلام آباد / لاہور
تحفظ ناموس رسالت نمبر

مدیر اعلیٰ: پیر محمد امین الحسنات شاہ

ضخامت: 384 صفحات قیمت: 200 روپے

ملنے کا پتہ: A-228 رضوان بلاک، اعوان ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور

ماہنامہ ضیائے حرم معروف دینی مجلہ ہے۔ چالیس سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ اس کا زیر تبصرہ شمارہ اس کی خصوصی اشاعت ہے جسے تحفظ ناموس رسالت نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے۔ عنوان کی مناسبت سے یہ اشاعت بڑی وقیع اور جامع معلومات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیس سے زائد مضامین ہیں جن کے لکھنے والوں میں بلند پایہ علمائے دین، اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اور معروف قانون دان شامل ہیں۔ چند مضامین کے عنوانات اس طرح ہیں:

☆ عقیدہ تحفظ ناموس رسالت، ڈاکٹر سلیمان بن سالم
☆ ناموس رسالت مآب اور افکار ضیاء الامت، ڈاکٹر محمد ہمایوں شمس
☆ رسول کریم ﷺ کا اپنے گستاخوں سے سلوک اور ان کا انجام، ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں
☆ شاتم رسول کی سزا، پروفیسر حبیب اللہ چشتی
☆ پاکستان میں قانون ناموس رسالت کا ارتقائی جائزہ، ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں
☆ مسئلہ توہین رسالت، فکری توازن کی روشنی میں، جسٹس نذیر احمد غازی
☆ قانون ناموس رسالت کے ناقدین کے تحفظات کا اجمالی جائزہ، شہزاد افضل
☆ قانون ناموس رسالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات، محبوب الرحمٰن

ان مضامین میں نہایت مستند حوالہ جات اور تاریخی شواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ شاتم رسول کی سزا قرون اولیٰ میں سزائے موت تھی جسے ہر زمانے میں مستند اور صائب قرار دیا گیا۔ فقہائے اربعہ کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

ادارہ ضیائے حرم کا یہ تاریخی دستاویز شائع کرنا یقیناً بہت بڑا کارنامہ ہے اور تمام مضمون نگار جنہوں نے محنت اور کاوش سے مسئلے کے تمام پہلوؤں پر مستند حوالہ جات کے ذریعے روشنی ڈالی ہے اور احقاق حق کا حق ادا کیا ہے عند اللہ ماجور ہوں گے اور شفاعت ختم المرسلین سے بہرہ مند ہوں گے۔ ضیائے حرم کا یہ خصوصی شمارہ ہر مسلمان گھرانے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر علمائے کرام، خطیب اور واعظین تو ضرور اس کا مطالعہ کریں اور ایک referance book کے طور پر اسے اپنے پاس رکھیں۔

اس وقیع دستاویز میں کہیں کہیں کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں۔ صفحہ 327 میں غزوۂ اُحد کی بجائے غزوۂ بدر لکھا گیا ہے۔ صفحہ 128 کی آخری سطر صفحہ 129 کے آغاز میں مکرر لکھ دی گئی ہیں۔ صفحہ 129 پر قصیدہ بردہ کے متعلق روایت کا ماخذ بھی معلوم ہونا چاہیے۔

معمار پاکستان نے کہا:

سوال: جب آپ کہتے ہیں کہ مسلمان ایک قوم ہیں، کیا اس کا مطلب مذہب ہے؟
جواب: محمد علی جناح نے فرمایا: کسی حد تک۔ لیکن صرف یہی نہیں۔ میں زندگی کے لحاظ سے سوچتا ہوں، یعنی ہر وہ چیز جو زندگی میں اہم ہے۔ آپ کو یہ علم ہونا چاہیے کہ "اسلام صرف ایک مذہبی عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقی اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔"

(11 جنوری 1944ء بیورلی نکلس کو انٹرویو)

the Quran, Purpose of Prophethood, and many others which were even translated into different languages; thousands of audio and video cassettes/CDs fulfilling the same noble cause are also available. He must be credited for being the first person to make Islamic programs truly popular among the masses. One of them is *Raju illal Quran* Course for one year, two years and three years duration; a specific learning programme to know and understand Quran, Hadith and Arabic literature. His program Al-Huda, aired on PTV, being a pioneer, and remaining one of the most popular, among this genre. And his interpretations of Islam was that of submission of one's self to the injuctions of faith in all aspects of life, personal and public, even if this meant clashing with the social values now deemed acceptable and practised in most of the Muslim societies. Contrary to his somewhat strict puritan stance, he was not against new thought in Islam. It was just that he felt that matters settled by the Quran or the Prophet's Ç personal behavior or instructions were not open to interpretation in any manner. His appeal as a scholar remains universal. He travelled extensively, and to his eternal credit staunchly defended Islam and Shariah in some very tiring, and occasionally, downright hostile environment. He dedicated almost forty years of his life, exclusively, towards propagating the message of Quran. He was also a great advocate of learning the basics of the Arabic language and thereby understanding Quran in greater depth, making it easier to be read, understood and acted upon --- not something to be respected for the mere fact that it is divine revelation. His knowledge of Quran was second to none, and the way he links the various messages, overt as well as covert, across the various surahs is truly amazing. His innumerable recorded lectures are an asset for the future generations.

He was a true philanthropist for this era as he served for more than four decades working tirelessly in propagating the call for Islamic revival. Everyone appreciated his "*dervaish*" life-style and extra-ordinary intellect which used to reflect from his daily life and works. He led a very simple personal life, residing in the Quran Academy that he had established. As he was amongst those who worked ardently for the creation of Pakistan, so he was very worried about its prosperity and ideology. He used to highlight those areas which needed immediate attention from the responsibles so that the issue may be settled and often used to guide and suggest through his words. He was an unyielding proponent of the theory that this country was created in order to materialize a model Islamic state, and that majority of the rulers had betrayed this fundamental objective. In his later life, he would increasingly suggest that most of the problems facing Pakistan were in fact divine retribution for this collective sin. He was a big fan of poetry especially of Dr. Muhammad Iqbal and frequently used to quote his verses and demanded to see his teachings and thoughts in practice.

He could have earned a lot through his medical expertise and sharp intellect but he believed this world to be a harvesting ground for the real life for which he left on 14th of April 2010. A mammoth funeral procession stood testimony to his immense popularity, which was a human sea that flowed slowly through Central Park in Model Town, Lahore. All said and done, his was an innings well played, and unlike some of the other Islamic scholars, he retained the respect of all he came across for adhering to his principles and beliefs till the end. Verily we all have to leave this mortal world one day. The death of a *momin* is never a moment of sorrow, but one of happiness that he successfully left the tribulations of this world --- which are nothing but a test for all of us --- and has now gone on to reap his rewards --- which are enormous and never-ending. The demise of such an outstanding scholar is a great loss particularly for the Islamic activism of our times. Dr Israr Ahmad shall be long remembered for his lifelong effort to invite young generation towards Islam through his brilliant interpretations of the Holy Quran. No doubt that he fought well in his cause and each and every sincere Muslim should appreciate and aspire to a life of 60 years of dedication towards the Book of Allah. With his death we have lost one of the foremost scholars of Islam and especially of the Quran. May Allah grant him the gardens of bliss!

Syed Areeb-ud-Din

DR. ISRAR AHMAD: ONE YEAR WITHOUT HIM!

Dr. Israr Ahmed was a magnanimous, towering personality in the Muslim world who spent his life in the service of Islam. He was a spiritual intellectual having a true and clear understanding of the meaning of Islam. For over half a century, he lived his life by Quran. He taught, propagated and preached Quran in the most comprehensible way. He made Quranic teachings easy for a common man to understand. He was not only well-versed in Quran and Hadeeth but he also had a very strong grip on various subjects such as philosophy, social sciences and spirituality with true Islamic perspective.

Born on 26th April 1932, Dr. Israr as a child was a genious always scoring best in his academics. He studied *Bang-e-Dara* only at the age of 10 and got inspired by the philosophy of Iqbal and further read *Shahnama-e-Islam* by Hafeez Jalandhary when he was only 14 and thus was attracted towards the concept of revival of Islam. He joined the Muslim Students Federation in his matriculation and due to immense hard work, he was promoted to be the General Secretary of the East Punjab's Hisaar chapter of the Federation. So he worked day and night in the Pakistan Movement and was honored to attend a meeting in which the Quaid spoke. He was a diligent worker in all the spheres of life, especially in his studies and secured first position in his intermediate examination while studying at Government College Lahore. He then graduated from King Edward Medical College and started medical practice. Even during his student life, he used to deliver religious discourses, write in different magazines and spend rest of his time reading the Holy Quran, it's exegesis and allied Islamic literature. Despite all this, he passed the MBBS in five years and never failed in any examination.

Dr Israr eventually switched his career to full-time learning and disseminating the message of the Quran with utmost devotion and sincerety of purpose. Such was his deep love for the Word of Allah that he campaigned, on all levels, for a return to the pure understanding of the Quran directly from the Arabic text, and thereby to increase in piety and closeness to Allah. Along with being a qualified medical doctor, he was familiar with the prominent ideologies and philosophies of the past and the present, learned in the field of comparative religion, conversant and familiar with the English language, knew the psychology of today's youth and possessed eloquence. When the youth, particularly the educated masses, heard Quranic Dawah in a tone familiar to their ears, they responded. He used all tools of modern media at his disposal and targeted the youth, introduced long and short courses on the Quran and within a period of two decades, a group of Quranic teachers was formed. Translation of related portion of the Quran before the recital in *Taraveeh* and somewhere the summary of the Quran after the recital in *Taraveeh* is also one of his experiments and to the best of our knowledge, he was a pioneer in this field and immensely successful. He wasn't fond of simply giving a lecture but wanted to create a movement of “Islamic Renaissance” by propagating and spreading the knowledge and *hikmah* of the Quran amongst masses. Throughout his struggle, he suffered a hard time because of financial matters and poor health. As a mystic quotation says: “Determination is more than a thousand miracle”, so did Dr. Sahib showed a great miracle of rock-like determination when hardships afflicted him while spreading the message of the Almighty and the way of His Prophet Ç.

He was well-known for his lectures and interpretations. Not only this, he even used his pen for the same purpose and so has more than a hundred titles to his credit on different aspects of Islam, including the revolutionary writings like: Islamic Renaissance, Obligations Muslims owe to